ملتِ اسلامیہ کے نوجوان کیلئے

حیاتِ قدسیہ

تالیف لطیف

جناب پروفیسر غلام ربانی عزیز

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کیلئے

حیاتِ قدسیہ

تالیف لطیف:
جناب پروفیسر غلام ربانی عزیز، ایم اے

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

marfat.com
Marfat.com

نام کتاب ــــــــــ حیات قدسیہ
نام مؤلف ــــــــــ پروفیسر غلام ربانی صاحب عزیز ایم اے
موضوع ــــــــــ سیرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم
معنون ــــــــــ وطنِ عزیز کے نونہالوں کے نام
سالِ طباعت ــــــــــ ۱۹۸۶ء
طابع ــــــــــ کمپائن پرنٹرز ۔ لاہور
ناشر ــــــــــ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ۔ لاہور
قیمت ــــــــــ ۱۵/۰۰ روپے

marfat.com
Marfat.com

وطن عزیز کے

پیارے نونہالوں اور ہونہار نوجوانوں

کے

نام

صانہم اللہ من آفات الدہر و داعیات القہر

بہ

سلسلہ سالِ نوجوانان

از

خاکسار غلام ربانی عزیز عفی عنہ

marfat.com
Marfat.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
قدرت کا اصول	۷	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح	۲۳
آدم علیہ السلام کے دو بیٹے	۸	شادی کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ	
آدم علیہ السلام کے بعد پیغمبروں کا آنا	۹	وسلم کے مشاغل	۲۵
جاہلی عربوں کے اخلاق	۱۰	غارِ حرا	۲۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت	۱۱	وحی کی ابتدا	۲۸
حضرت عبداللہ کا انتخاب	۱۲	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی	۳۰
حضرت عبداللہ کی شادی	۱۳	ورقہ بن نوفل	۳۱
حضرت عبداللہ کی وفات	۱۴	وحی کی بندش کے بعد تبلیغ	۳۳
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت	۱۵	ابوبکر کا قبولِ اسلام	۳۴
ننھے حضورؐ حلیمہ سعدیہ کی گود میں	۱۶	کوہِ صفا کا وعظ	۳۴
حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات	۱۸	اسلام کی مخالفت	۳۵
حضرت ابوطالب کی سرپرستی	۲۰	کفار کی ایذا رسانی	۳۷
صادق اور امین	۲۱	عمر بن خطاب کا قبولِ اسلام	۳۸
خانہ کعبہ کی تعمیر	۲۱	مقاطعہ شعب ابی طالب	۳۸

marfat.com

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر طائف	۴۰
ہجرت مدینہ	۴۱
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں	۴۲
یہود مدینہ سے معاہدہ	۴۳
کفارِ مکہ کا چیلنج اہل مدینہ کو	۴۵
غزوۂ بدر	۴۶
غزوۂ خندق	۵۱
صلح حدیبیہ	۵۴
اس عہد کے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام	۵۸
غزوۂ خیبر	۵۹
فتح مکہ	۶۱
غزوہ حنین	۶۶
حجۃ الوداع	۶۸
خطبۂ حجۃ الوداع	۶۹
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت	۷۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا	
حلیہ مبارک	۷۳
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	
کے اخلاق و عادات	۷۴
تلقین اخلاق	۹۳
مذہب اور اخلاق	۹۴
معاشرتی اطوار و آداب	۱۰۰
ارشاداتِ رسول اکرم صلی اللہ	
علیہ وسلم	۱۰۶

marfat.com
Marfat.com

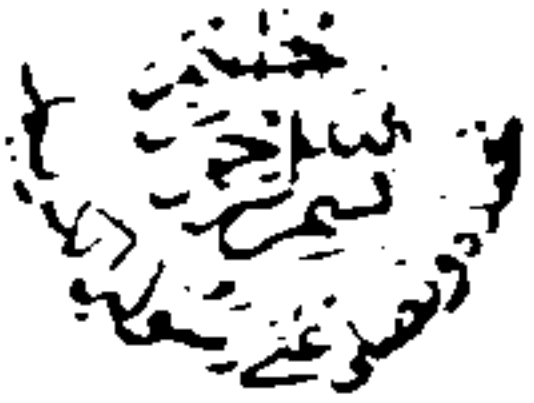

قدرت کا اُصول

پیارے نوجوانو! اور ہونہار نوجوانو! قدرت کا اصول ہے، کہ جب کوئی قوم سیدھے راستے سے بھٹک جائے، اس میں اچھے اور بھلے لوگ پیدا ہونا بند ہو جائیں۔ یا ان کی گنتی اتنی کم ہو جائے کہ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہو۔ ایسے حالات میں خدا کا کوئی پرہیزگار بندہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ جو اپنی قوم کو نیک کاموں کی طرف بلاتا ہے، برائیوں سے روکتا ہے مل جل کر رہنے کا پرچار کرتا ہے۔ اور لڑنے جھگڑنے سے منع کرتا ہے۔ ایسے خیر خواہ اور ہمدرد انسان کو پیغمبر، نبی یا رشی کہتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ پارسا اور بزرگ آدمی نہ پیغمبر ہوتا ہے نہ نبی۔ لیکن اس کے اخلاق اور اطوار اتنے اعلیٰ اور پسندیدہ ہوتے ہیں کہ وہ ہو بہو پیغمبروں کا زندہ اور مکمل نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ ایسا انسان بھی خدا کی مخلوق سے سچے دل سے پیار کرتا ہے۔ انہیں غلط راستے پر چلتا دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے اور جہاں تک اس کا بس چلتا ہے ناجائز اور گھناؤنے کاموں سے روکتا ہے۔ دنیا کی سزاؤں اور عاقبت کے عذابوں سے ڈراتا ہے۔ خدا کے سچے قانون کی طرف، جسے ہم اسلام کا نام دیتے ہیں، بلاتا ہے۔ ان کے دلوں میں اللہ کا ڈر پیدا کرتا ہے تاکہ وہ برائی کو چھوڑ کر نیکی کی طرف لوٹ آئیں ایسے پاکیزہ اور اجلے لوگوں کو ولی یا مجدد کہتے ہیں حضرت داتا گنج بخش اور حضرت شیخ

marfat.com
Marfat.com

معین الدین اجمیری دلی میں اور حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ جیسے لوگ مجدد کہلاتے ہیں۔

آدم علیہ السلام کے دو بیٹے

یہ بتانا تو مشکل ہے کہ انسان کب سے دنیا میں آباد چلا آ رہا ہے لیکن اتنی بات یقینی ہے کہ جب سے وہ دنیا میں آیا ہے۔ اس نے اپنے طور طریقے نہیں بدلے۔ مرنا مارنا اور لڑنا جھگڑنا اس کا دل پسند مشغلہ ہے یہ تو آپ نے بزرگوں سے سنا ہی ہوگا کہ آدم علیہ السلام کے، جو سب سے پہلے آدمی تھے، دو بیٹے تھے، ایک کا نام ہابیل اور دوسرے کا نام قابیل تھا۔ ہابیل بڑا دھیما، حوصلہ مند اور خوش مزاج تھا، لیکن قابیل تند خو، بے حوصلہ اور غصیل تھا۔ بات بات پر بھائی سے الجھتا، اور موقعہ بے موقعہ اسے قتل کی دھمکیاں دیتا رہتا۔ ماں باپ قابیل کی بدمزاجی سے اکثر پریشان اور ناخوش رہتے، آخر ایک دن موقعہ پاکر قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن یہ سلسلہ اسی طرح چلتا چلا آ رہا ہے۔

آدم علیہ السلام کو خدا نے دنیا میں بھیجا۔ تو انہیں پیغمبری بھی عطا کر دی۔ تاکہ ان کی اولاد بھٹکنے نہ پائے، لیکن آپ نے دیکھ لیا۔ کہ باپ ہاتھ پاؤں مارتا رہ گیا۔ اور بے رحم بھائی نے بھائی کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ بعض انسانوں کی طبیعت میں اتنی سرکشی اور غصہ ہوتا ہے کہ وہ ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتے ہیں اور بے قابو ہو کر جو جی میں آتا ہے کر گزرتے ہیں۔ برائی، بجلی کی تیزی سے پھیلتی ہے۔ جب ایسے لوگوں کو کسی روک ٹوک کا خطرہ نہ ہو، تو ان کی تعداد بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے ساری قوم اُسی رنگ میں رنگی جاتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

آدم علیہ السلام کے بعد پیغمبروں کا آنا

آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گزر چکے ہیں۔ ان پاکیزہ اخلاق لوگوں کو اس وقت اپنی اپنی قوموں کی طرف بھیجا گیا تھا۔ جب ان قوموں کے اخلاق تباہ ہو گئے تھے، نیکی کا نام و نشان مٹ گیا تھا۔ برائیوں کا دور دورہ تھا۔ لوٹ مار، لڑائی بھڑائی اور قتل و غارت روزمرہ کا معمول بن گیا تھا۔ ان پیغمبروں کے آنے سے کچھ لوگ جن کے دل ابھی مردہ نہیں ہوئے تھے سنبھل گئے، بُرے کاموں سے توبہ کر لی۔ لیکن زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی، جو اپنی بات پر اڑے رہے اور جنہوں نے اپنا وتیرہ نہ بدلا۔ بلکہ ضد میں آکر پہلے سے بھی زیادہ سرکش اور گستاخ ہو گئے۔

نبوت کا یہ خدائی سلسلہ ہمارے معزز اور مکرم پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر ختم ہو گیا۔ آپؐ خدا کے آخری رسول ہیں اور آپ کے بعد قطعاً کوئی اور نبی نہیں آسکتا آپؐ کی کتاب، جسے ہم قرآن کہتے ہیں، خدا کی آخری کتاب ہے۔ جس کے بعد کوئی اور کتاب نہیں آسکتی۔ اس لحاظ سے ہمارے مقدس پیغمبرؐ تمام پیغمبروں سے خدا کے یہاں سب سے زیادہ بلند مرتبہ اور عالی شان ہیں۔ اور آپ کا دین (یعنی اسلام) آخری دین ہونے کی وجہ سے تمام دینوں سے برتر و بہتر ہے۔

پیارے بچو! اور نوجوانو! یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک معزز قبیلے بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مکے کی ساری آبادی گناہوں اور سیاہ کاریوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ خدا کا نام صرف لیتے تھے، لیکن پوجا بتوں کی کرتے تھے۔ کعبے کے اندر باہر تین سو ساٹھ بت دھرے تھے۔ جس کا جی چاہتا، پتھر یا مٹی کی مورتی بنا کر اسے اپنا معبود بنا لیتا۔ اور جا کر گھر میں ایک طرف کو رکھ دیتا۔ اور

marfat.com
Marfat.com

پوجا پاٹ کر لیتا۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے شمار کرتے تھے، لیکن ان کے طور طریقے مشرکوں اور کافروں کے سے تھے۔

جاہلی عربوں کے اخلاق

چونکہ عرب کا علاقہ زیادہ تر صحرائی تھا اور آبادی مختصر سی تھی۔ اس لئے یہاں شاید ہی کوئی حکومت قائم ہو سکی ہو۔ اس لئے یہ لوگ چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ قبیلے کا سرداران کا حاکم سمجھا جاتا۔ رسم و رواج کی پابندی کے علاوہ اور کوئی قاعدہ قانون نہ تھا جس کی پابندی کی جاتی۔ مار دھاڑ اور لوٹ مار سے دوسرے قبیلوں پر اپنی دھاک بٹھائے رکھتے۔ معمولی معمولی باتوں پر بھڑک اٹھتے۔ اور اس وقت تک دم نہ لیتے جب تک دشمن کو بے بس نہ کر دیتے، یا خود تھک کر چور نہ ہو جاتے۔ لڑکیوں سے انہیں ایسی نفرت تھی کہ پیدا ہوتے ہی انہیں زندہ زمین میں گاڑ دیتے اور ممتا کی ماری مائیں اف تک نہ کر سکتیں۔ کھانے پینے کے معاملے میں وہ وحشیوں سے کم نہ تھے، مردار کھا لیتے، اور جانوروں کا خون پینے سے ذرا نہ ہچکچاتے ان میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جو دشمن کو ذبح کر کے اس کا خون غٹ غٹ کر کے پی جاتے۔

جھوٹ بولنا، خیانت کرنا، وعدہ کر کے مکر جانا اور دھوکا دے کر دوسروں کا مال ہڑپ کر لینا عام بات تھی۔ بے تحاشا شراب پیتے، جوا کھیلتے اور بیویوں اور جوان لڑکیوں کو داؤ پہ لگا کر ہار دیتے، اور ذرا نہ شرماتے اگر ان کا کوئی آدمی مارا جاتا۔ تو اس وقت تک دم نہ لیتے، جب تک وہ بدلہ نہ چکا لیتے۔

گذشتہ کئی صدیوں سے وہ اسی ڈگر پر چلتے چلے آرہے تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد اس ملک میں کوئی اور نبی پیدا نہیں ہوا تھا چنانچہ جوں جوں وقت گزرتا گیا، یہ لوگ اپنے باپ دادا کے دین کو بھولتے گئے، اچھائیاں

marfat.com
Marfat.com

برائیوں سے بدلتی گئیں اور چونکہ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔ اس لئے ہر شخص آزاد تھا جو جی میں آتا کرتا تھا۔ اخلاق اور دین کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جب آدمی مذہب سے کٹ جاتا ہے۔ تو آہستہ آہستہ وہ نیکیوں سے ہٹتا چلا جاتا ہے۔ اور برائیوں کی طرف بڑھتا جاتا ہے اسلام کے آنے سے پہلے اس قوم کا یہی حال تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت

قرآن شریف میں مذکور ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے مقام پر ایک مسجد بنائیں۔ اور لوگوں کو خدا کی عبادت کے لئے اس گھر کی طرف بلائیں۔ باپ بیٹا اس کام میں جُت گئے۔ اور جب کعبے کی تعمیر ہو چکی، تو حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے دربار میں دعا کی: اے خدا! میری وفات کے بعد، جب تو مناسب سمجھے میری اس اولاد میں ایک ایسا پیغمبر بھیجیو، جو انہیں تیرے احکام پڑھ کر سنائے، ان احکام پر عمل کرائے، اور اخلاق فاضلہ کا ایسا عمدہ نمونہ پیش کرے کہ ان کی زندگیاں پاک صاف ہو جائیں۔ اور لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر ان کی خوبیاں اپنائیں اور اپنے آپ کو ہو بہو ویسا بنائیں۔

ہم لکھ آئے ہیں کہ عربستان کے باشندے جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے تھے، حد درجہ اجڈ اور گنوار تھے۔ نیکی اور بھلائی انہیں چھو بھی نہیں گئی تھی! اور دنیا کی کوئی برائی اور عیب ایسا نہ تھا، جو ان میں نہ پایا جاتا ہو۔ خدا کو اپنی اس گنہگار اور بھٹکی ہوئی مخلوق پر رحم آ گیا، اور اس نے ان میں اپنا آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں سیدھے راستے پر لگانے برائی چھڑانے اور نیکی کی طرف بلانے کو بھیجا۔ اور اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کو جو انہوں نے اپنی وفات سے پہلے دربارِ خداوندی میں پیش کی تھی، منظور فرما لیا۔

قریش کے بارہ قبیلے مکے میں آباد تھے۔ جن میں بنو ہاشم کو سب سے زیادہ معزز

marfat.com
Marfat.com

سمجھا جاتا تھا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام عبدالمطلب تھا، جو کعبے کے متولی تھے اور اسی وجہ سے مکے کے باقی لوگ بھی ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے، انہوں نے قسم کھائی تھی کہ اگر میرے سب بیٹے بہ خیر و عافیت جوان ہو گئے، تو میں ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں قربان کر دوں گا۔

پیارے بچو اور عزیز جوانو! آپ ضرور حیران ہوتے ہوں گے، کیا ایسا زمانہ بھی گزرا ہے کہ انسانوں کو بھی جانوروں کی طرح قربان کر دیا جاتا تھا۔ ہاں! بلاشبہ ایسا ہوتا تھا، بلکہ افریقہ کے وحشیوں میں یہ خوفناک رسم اب بھی پائی جاتی ہے۔ اس عہد کے عرب چونکہ مشرک اور بے دین تھے، اس لئے بتوں پر انسانوں کے چڑھاوے چڑھاتے تھے۔

حضرت عبداللہ کا انتخاب

آپ ضرور سوچ رہے ہوں گے کہ جب حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے تو انہوں نے قربانی کے لئے حضرت عبداللہ کو کیوں چنا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایسے موقعوں پر عرب کعبے کے پروہت کے پاس جا کر مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ ان کی تسلی کے لئے قرعہ ڈالتا اور اس طرح جس آدمی کا نام نکلتا۔ اسے قربانی کر دیتے۔ اسی قاعدے کے مطابق حضرت عبدالمطلب اپنے سب بیٹوں کو ساتھ لے کر پروہت کے پاس گئے، اس نے قرعہ ڈالا، تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ چونکہ حضرت عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں حضرت عبداللہ سب سے زیادہ خوش شکل خوش اخلاق اور خوش اطوار تھے، اس لئے سب ان سے محبت کرتے تھے، اور کوئی نہیں چاہتا تھا کہ ان کا یہ عزیز بھائی ہمیشہ کے لئے ان سے بچھڑ جائے، حضرت عبدالمطلب کو بھی اس بیٹے سے بہت پیار تھا جب قرعہ ان کے نام پر نکلا، تو جاں نثار باپ کا دل دہل گیا، مامتا کی ماری ماں کو

marfat.com
Marfat.com

علم ہوا، تو تڑپ اٹھی، کسی نے کہا۔ پھر قرعہ ڈال دیکھو۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، باپ کو حوصلہ ملا۔ ماں کی ڈھارس بندھ گئی۔ پروہت نے دوبارہ قرعہ ڈالا۔ پھر سہ بارہ ڈالا، لیکن نام حضرت عبداللہ ہی کا نکلا۔ باپ نے دل پر پتھر رکھا، لاڈلے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور قربان گاہ کو لے چلا۔ یہ دیکھا تو ماں اور بیٹیوں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔ عبدالمطلب خود بھی دل میں پشیمان تھے کہ خواہ مخواہ ایسی فضول منت مان کر سارے خاندان کو مصیبت میں ڈال دیا ہے اگر منت پوری کرتا ہوں، تو بیٹا تو ہاتھ سے جائیگا ہی۔ خدا معلوم اور کس کس کی جان پر بن جائے گی۔ میں خود بھی تو مٹما تا دیا ہوں یہ صدمہ برداشت نہ کر سکوں، اور بیٹے کی لاش ہی پر ڈھیر ہو جاؤں، بالفرض صدمہ سہ بھی لوں، تو زندگی کے باقی ماندہ دن سلگتے اور جلتے گزارنا ہوں گے اور عاقبت برباد ہو جائے گی اور اگر منت پوری نہ کروں، تو دشمنوں کی گز گز بھر لمبی زبانیں مجھے دُھن کر رکھ دیں گی اور خاندانی وجاہت خاک میں مل جائے گی۔ آخر سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ عبداللہ کو بچا لیا جائے اور دیوتاؤں کو راضی کرنے اور ان کے غضب سے بچنے کے لئے سو اونٹ ذبح کر دیئے جائیں۔ اس شرط پر عمل کیا جا چکا، تو سب کی جان میں جان آئی اور اہلِ خاندان کے سہمے ہوئے چہرے گلاب کے پھولوں کی طرح کھل اٹھے۔

حضرت عبداللہ کی شادی

اگرچہ حضرت عبداللہ قربان ہونے سے بچ گئے تھے لیکن اس دو چار گھنٹوں کی پریشانی نے سب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ حضرت عبداللہ سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہوں گے، اور ان کا دل و دماغ، باپ کے ہاتھ میں چھری دیکھ کر درہم برہم ہو گیا ہو گا، اور موت کو سامنے کھڑا دیکھ کر ان کے جسم پر کپکپی طاری

marfat.com
Marfat.com

ہوگئی ہو گی. دنیا والوں کی بیہودہ رسموں کو کوسا ہو گا، انسانی خون کے پیاسے دیوتاؤں کو برا بھلا کہا ہو گا اور جب باپ کی منت کا خیال آیا ہو گا، تو ان کی جھنجلاہٹ سوچ نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہو گی۔

اس واقعے کے بعد حضرت عبدالمطلب نے محسوس کیا کہ حضرت عبداللہ اکثر اپنے خیالات میں گم سم رہتے۔ دوست احباب اور بہن بھائیوں سے دُور دُور رہنے کی کوشش کرتے، وہ تو پریشان تھے ہی۔ انہیں دیکھ دیکھ کر گھر بھر کا چین رخصت ہو گیا تھا۔ آخر سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ جناب عبداللہ کی شادی کر دی جائے تاکہ اس حادثے کا اثر مٹ جائے، اور ان کا دماغ اس سوچ سے ہٹ کر بیوی بچوں کی طرف متوجہ ہو جائے اور ان کے ذہن پر جو اداسی چھائی ہوئی ہے وہ رفع ہو جائے کسی نے حضرت عبدالمطلب سے وہب بن عبدِ مناف کی لڑکی جن کا نام آمنہ تھا، کا ذکر کیا۔ وہ بڑی سگھڑ، پاکیزہ سیرت، خوش شکل اور سنجیدہ مزاج کی لڑکی تھیں حضرت عبدالمطلب نے سگائی کا پیغام بھجوایا، جو قبول کر لیا گیا اور چند دنوں کے بعد شادی ہو گئی۔

حضرت عبداللہ کی وفات

اس عہد کا دستور تھا کہ شادی کے بعد متواتر تین دن تک دولہا سسرال ہی میں گزارتا۔ یہ رسم ادا ہو چکی، تو کاروانِ تجارت کے ساتھ جو شام کو جا رہا تھا۔ جناب عبداللہ بھی اپنی تھوڑی بہت پونجی لے کر ادھر کو چل دیئے۔ وہاں سے لوٹے تو دم لینے کو چند دن کے لئے مدینے میں ٹھہر گئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی تھکان اور مدینے کی مرطوب آب و ہوا کی وجہ سے بیمار پڑ گئے، قافلے والوں نے جا کر حضرت عبدالمطلب کو بتایا کہ ان کے سا جزادے لمبے سفر کی دشواریوں کی وجہ سے تیز بخار

marfat.com
Marfat.com

کا شکار ہو گئے ہیں اور مدینے میں رک گئے ہیں۔ اس زمانے میں نہ حکیم ہوتے تھے نہ ڈاکٹر، جو کوئی بیمار پڑ جاتا۔ جھاڑ پھونک اور ٹونے ٹوٹکے آزمائے جاتے خوش قسمتی سے کوئی بچ جاتا، تو یہ اور بات ہے، ورنہ عموماً مریض بچ نہ سکتا۔ اور چند دنوں کے بعد بوریا بندھنا پیٹ کر اگلی دنیا کو سدھار جاتا۔

عبدالمطلب نے یہ وحشت ناک خبر سنی، تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، فوراً اپنے بیٹے الحارث کو بلایا اور کہا۔ "بیٹا! تمہارا بھائی مدینے میں بستر مرض پر پڑا تمہارا انتظار کر رہا ہے، فوراً جاؤ، اور اسے لے آؤ"۔ عبداللہ سارے خاندان کی آنکھوں کا تارا تھے، ان کی بیماری کی خبر سن کر سب کے دل دھک دھک کرنے لگ گئے۔ حارث ہوا کے پر لگا کر اڑا۔ لیکن موت پہل کر گئی، اور جب وہ منزلِ مقصود پر پہنچا، تو اس کا عزیز بھائی، اس دنیا کو کوچ کر گیا تھا، جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت

حضرت عبداللہ کی وفات کے چھ ماہ بعد، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو دس یا بارہ ربیع الاول (مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء) کو پیدا ہوئے۔ حضرت آمنہ نے حضور اکرمؐ کی پیدائش سے پہلے خواب میں دیکھا تھا، کہ خدا نے انہیں ایک لڑکا عطا فرمایا ہے۔ اس لئے انہوں نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا، کہ اگر ان کا خواب سچا نکلا، تو وہ اپنے فرزند کا نام احمد رکھیں گی۔ جب جاں نثار دادا کو پوتے کی ولادت کا علم ہوا۔ تو وہ حضورؐ کو اٹھا کر کعبے میں لے گئے، اور دعا کی، کہ خداوندا اس بچے کو اپنے مقدس گھر کے طفیل، برکت والا اور سعادت مند بنا دے۔ حضرت عبدالمطلب نے آپؐ کا نام محمدؐ رکھا اس دعا کو خدا نے ازل ہی میں قبول فرما لیا تھا۔ جب لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے پوچھا، کہ انہوں نے یہ نام کیوں پسند کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں

marfat.com
Marfat.com

کہ میرا پوتا اپنے نام کی طرح لوگوں میں مقبول ہو۔ اس کی شہرت دور دور تک پھیل جائے اور ہمارے خاندان کو اس کے طفیل چار چاند لگ جائیں۔

ہم یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کی خواہش حرف بحرف پوری ہوگئی۔ بچپن ہی میں حضورؐ عام بچوں سے مختلف تھے، اپنے ساتھیوں سے کھیل کود اور دوڑ بھاگ میں ضرور شریک رہتے مگر شور و غل اور ہاتھا پائی سے آپ کو نفرت تھی۔ جہاں ایسا موقعہ پیدا ہوتا آپؐ الگ ہو کر ایک طرف کو کھڑے ہو جاتے تھے۔

ننھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ سعدیہ کی گود میں

شرفائے مکہ کا دستور تھا کہ بیٹوں کی پیدائش کے چند روز بعد ہی انہیں شریف دیہاتی دودھ پلانے والی عورتوں کے سپرد کر دیا کرتے۔ یہ عورتیں دو دو چار چار مل کر شہر میں آتیں۔ اور گھوم پھر کر اپنی پسند کے بچے لے جاتیں، اور جب وہ چلنا پھرنا اور بولنا چالنا اچھی طرح سیکھ جاتے، تو انہیں واپس لوٹا جاتیں۔ اس عرصے کے دوران جو پانچ چھ برس سے کم نہیں ہوتا ہوگا۔ دودھ پلانے والی مائیں ان بچوں کو ہر دو چار ماہ کے بعد، ایک آدھ دن کے لئے واپس لے آتیں، تاکہ اہل خانہ کو اطمینان ہو جائے، کہ وہ اپنے لے پالک کی دیکھ بھال میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہیں اور وہ جسمانی لحاظ سے بالکل تندرست اور چاق و چوبند ہیں۔ قیاس چاہتا ہے کہ جب کبھی مائیں بھی اپنے راج دلاروں کو ملنے کے لئے بے چین ہو جاتی ہوں گی۔ تو کبھی کبھار دل بہلانے وہاں چلی جاتی ہوں گی۔ ان دودھ پلائیوں کو اچھا خاصہ معاوضہ ملتا تھا، اور چونکہ اس زمانے میں روزی کمانا، حد درجہ مشکل کام تھا، اسی لئے یہ بے وسیلہ لوگ سالہا سال تک اس کو لہو میں جتے رہتے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

پیارے بچّو! آپ ضرور سوچتے ہوں گے، کہ اس زمانے میں عرب کی مائیں اپنی کٹھوڑ کیوں ہوتی تھیں کہ اپنے ننھّے منے بچّوں کو اجنبی عورتوں کی گود میں ڈال دیتیں اور ذرا نہ بدکتیں۔ حالانکہ ہمارے ملک کی مائیں تو بچوں کو ایک لمحے کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتیں۔

عزیز بچو! مائیں ہر زمانے میں ایک ہی طرح کی ہوتی ہیں، فرق صرف رسم و رواج کا ہے۔ ہمارے ملک کی بالخصوص شہری مائیں، بچوں کی پرورش، ایسے طریقے سے کرتی ہیں، گویا ان کے بچے ایسے نازک کانچ سے بنائے گئے ہیں، کہ چھونے ہی سے تڑخ جائیں گے۔ چنانچہ یہ اسی غلط تربیت کا اثر ہے کہ عموماً شہری بچے بزدل اور ڈرپوک ہوتے ہیں۔ دیہاتی مائیں نہ تو یہ چونچلے جانتی ہیں، اور نہ انہیں اتنی فرصت ہی میسر آسکتی ہے کہ بیٹھی بچوں کو تھپکتی رہیں، یا لوریاں سناتی رہیں۔

مکہ ان دنوں کوئی ایسا بڑا شہر نہ تھا۔ لیکن شہروں کی ساری خرابیاں (جن میں، عیاشی اور فحاشی کا نمبر پہلا ہے) موجود تھیں، اسی وجہ سے مکے کے رؤسا اپنے بچّوں کو بری صحبت سے بچانے کے لئے دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ شہروں کی زبان، ہر طرح کے لوگوں کے میل ملاپ کی وجہ سے ایک ملغوبہ بن چکی تھی جسے عجیب سمجھا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں دیہات کی زبان کو خالص اور درست جانتے اور اپنے بچّوں کو وہاں بھیج دیتے، تاکہ وہ شہروں سے دور رہ کر خالص عربی بولنا سیکھ جائیں گویا ان قبیلوں کی بستیاں، شرفائے مکہ کے بیٹوں کے مدرسے اور مکتب تھے، جہاں رہ کر وہ اپنی زبان کا شین قاف درست کرتے، اور عمر بھر اس خوبی پر ناز کرتے، نیز دیہات کی کھلی اور صاف ستھری ہوا اور جفاکش زندگی سے ان کے جسم مضبوط اور صحت قابل رشک ہوتی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا شمار بھی قریش کے معزز سرداروں میں ہوتا

marfat.com
Marfat.com

تھا۔ آپ کی ولادت ہوئی، تو حضرت عبدالمطلب کو دیہات سے آنے والی دودھ پلائیوں کا انتظار رہنے لگا۔ دو چار دن ہی گزرے ہوں گے، کہ قبیلۂ سعد کی ایک خوش قسمت خاتون، جن کا نام حلیمہؓ تھا، بعض اور عورتوں کے ساتھ مکے آئیں۔ باقی عورتوں نے تو اس لئے حضور اکرمؐ کو گود لینا پسند نہ کیا، کہ آپ کے والد فوت ہو گئے تھے، اور دودھ پلائیوں کو زیادہ معاوضے کی امید نہ تھی، اور جنابِ حلیمہؓ اس لئے آپ کو لے گئی تھیں کہ ان کو اور کوئی بچہ مل نہ سکا تھا۔ لیکن انہیں کون بتاتا "بی بی! تم نے گھاٹے کا سودا نہیں کیا۔ تمہارے تو وارے نیارے ہوں گے ہی، اس یتیم کے طفیل ساری دنیا کا نقشہ بدل جائے گا اور قیامت تک عقیدت مند تیری یاد پر محبت کے پھول نچھاور کرتے رہیں گے"۔

حلیمہؓ سعدیہ کی ایک لڑکی کا نام شیما تھا۔ ننھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال اس کے سپرد تھی۔ چونکہ آپ کا شمار تندرست اور خوش شکل بچوں میں ہوتا تھا۔ اس لئے شیما کو حضورؐ سے بہت پیار تھا۔ نہلاتی، دھلاتی، اور اٹھائے اٹھائے پھرتی، بعد میں جب آپؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور ایک جنگ میں شیما بطور ایک جنگی قیدی کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائی گئی تو آپؐ نے اپنی بہن سے نہایت عمدہ سلوک کیا اور ایک غلام، ایک کنیز اور چند بکریاں دے کر انہیں رخصت کیا۔

حضرت آمنہ کی وفات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً چار برس تک قبیلۂ بنو سعد میں ٹھہرے رہے، اس کے بعد حضرت آمنہ نے آپؐ کو اپنے پاس بلا لیا، اور کچھ عرصے کے بعد جب آپؐ پانچ برس کے ہو گئے، تو جنابِ آمنہ، اپنے جواں مرگ شوہر کی قبر کی زیارت کو گئیں سوچا ہو گا، اس مرحوم کو بچھڑے چھ برس ہونے کو ہیں، ایک بار بھی تو میں اس کی قبر پر نہیں

marfat.com
Marfat.com

گئی۔ کیوں نہ بچے کو بھی ساتھ لے چلوں، باپ کو تو نہیں دیکھ سکا، کہ موت آڑے آگئی تھی، اس کی قبر ہی کو دیکھ لے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ مرحوم کی روح، اپنی اس اکلوتی یادگار کو دیکھنے کے لئے کتنی بے تاب ہوگی۔ اسی طرح کے کئی اور خیال دل میں اٹھے ہوں گے، اور جنابِ آمنہ اپنے لال کی رفاقت میں سفر پہ روانہ ہوگئی ہونگی۔

دو چار دن کے بعد جب سفر کی تھکان اتر چکی، تو اس مختصر سے قافلے نے، جن میں حضرت آمنہ کی کنیز، اُم ایمنؓ بھی شامل تھیں، واپسی کا ارادہ کیا، چنانچہ جب وہ ابواء کے مقام پہ پہنچے، تو حضرتِ آمنہ فوت ہوگئیں، اور ام ایمنؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لئے مکے لوٹ آئیں۔

ہم نہیں بتا سکتے، کہ ماما کی جدائی سے اس ننھی جان کو کتنا دکھ ہوا ہوگا، اور جب ماں کو دفن ہوتے دیکھا ہوگا تو ضرور سوچا ہوگا، کہ یہ کیا ہو رہا ہے، اور یہ لوگ کیوں میری پیاری امی کو مٹی میں دبا رہے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کی وفات

چونکہ حضور اکرمؐ والدہ کی وفات کے بعد بالکل بے وسیلہ رہ گئے تھے، اور دادا کو اپنے پوتے سے بہت پیار تھا، اس لئے انہوں نے آپؐ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ حضرت عبدالمطلب، حضورؐ اکرمؐ کی دلداری میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ اور پوری کوشش کرتے تھے، کہ آپؐ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ مشکل سے ایک سال ہی گزرنے پایا تھا۔ کہ شفیق دادا بیمار پڑ گئے۔ دو چار دن کے دوا معالجے کے بعد جب انہیں یقین ہوگیا، کہ اب ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں، تو اپنے بیٹوں کو بلا کر پوچھا کہ میرے بعد تم میں سے کون میرے مرحوم بیٹے کی نشانی کا سرپرست بننا پسند کرے گا۔ چونکہ حضور اکرمؐ اتنی سی چھوٹی عمر میں بڑے سلجھے ہوئے، مہذب اور شائستہ بچے تھے،

marfat.com
Marfat.com

اس لئے ہاشمی خاندان کا ہر آدمی آپؐ سے پیار کرتا تھا اور سب کی دلی تمنا تھی کہ وہ حضورؐ کو اپنے کنبے میں شامل کر لیں۔ یہ درست ہے کہ آپؐ کو ایک سرپرست کی ضرورت تھی، لیکن وہ اس بات کو بھی سمجھتے تھے کہ ایسے نیک سیرت بچے کو دیکھ دیکھ کر ان کے اپنے بچے بگڑنے سے بچ جائیں گے۔

حضرت ابوطالب کی سرپرستی

چونکہ حضرت ابوطالب اپنے سب بھائیوں سے عمر میں بڑے تھے اور حضرت عبدالمطلب کے بعد، بنو ہاشم کی سرداری انہی کو ملنے والی تھی، اس لئے انہوں نے حضور اکرمؐ کا ہاتھ، ان کے ہاتھ میں تھما دیا اور تاکید کی کہ دیکھو! اس معصوم کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے، اور بھول کر بھی یہ خیال اس کے دل میں نہ آئے، کہ وہ بے کس اور بے سہارا ہے حضرت ابوطالب نے، باپ کی وصیت پلے باندھ لی اور جب تک زندہ رہے۔ سائے کی طرح اپنے یتیم بھتیجے سے چمٹے رہے۔ دادا کی وفات کے وقت، حضورؐ کی عمر آٹھ برس تھی۔ ماں کے انتقال کے بعد یہ دوسرا صدمہ تھا۔ جو آپؐ کی ننھی سی جان کو برداشت کرنا پڑا۔ مگر جان نثار چچا نے ایسے سلیقے سے آپؐ کی پرورش کی کہ حق ادا کر دیا، اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ اگر آپؐ گھر پر موجود نہ ہوتے، تو آپؐ کے آنے تک انتظار کرتے۔ اگر گھر والے اصرار کرتے، تو کہتے، میرے بیٹے کو آ لینے دو۔ مجھے اس کے بغیر کھانے کا مزا نہیں آتا۔ رات کو اپنے ساتھ سلاتے اور آپؐ کی کسی بات کو رد نہ کرتے۔ جب حضور اکرمؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور قریشِ مکہ آپؐ کے جانی دشمن ہو گئے، پھر بھی جنابِ ابوطالب نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ یہ سلسلہ حضرت ابوطالب کی وفات تک جاری رہا۔ اور اس عرصے کے دوران میں وہ لوگ حضورؐ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔

marfat.com
Marfat.com

صادق اور امین

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ اس زمانے میں عرب کی اخلاقی حالت نہایت بُری تھی۔ لوٹ مار، لڑائی بھڑائی اور قتل و غارت سے ذرا پاک نہ تھا۔ چوری چکاری عام تھی، شراب پینا، جُوا کھیلنا، جھوٹ بولنا، دھوکا دینا، خیانت اور بد دیانتی، غرضیکہ کون سی برائی تھی، جو ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔ حضور اکرمؐ کے چاروں طرف یہی لوگ تھے کوئی چور تھا، تو کوئی ڈاکو، کوئی جھوٹا تھا، تو کوئی دغا باز، کس سے ملتے کہیں سے نہ ملتے۔ سب ہی ایک رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

جب ذرا بڑے ہوئے، تو کچھ مدت تک آپ نے بکریاں بھی چرائیں چچا کے ساتھ تجارت کے لئے چھوٹے موٹے سفر بھی کئے۔ بارہا اپنے ہم عمر ساتھیوں سے کھیل کود میں شریک رہے۔ لیکن اس میل جول میں آپ نے ان کی کوئی عادت نہ اپنائی وہ جھوٹ بولتے تھے، آپ ہمیشہ سچ بولتے، وہ دوسروں کو دھوکا اور فریب دے کر خوش ہوتے، لیکن آپ کو ان باتوں سے رنج ہوتا۔ وہ گالیاں بکتے تو آپ کانوں میں انگلیاں دے لیتے۔ وہ لوگوں کو ستاتے، تو آپ مظلوم کی امداد کرتے تھے غرضیکہ جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی، آپ کی خوبیوں میں نکھار آتا گیا۔ لوگوں کی نظریں آپ کی طرف اٹھنے لگیں۔ اور آپ کی اچھی عادتوں کو دیکھ کر ہر آدمی آپؐ کی قدر کرنے لگ گیا۔ اور تھوڑے سے عرصے ہی میں آپؐ کی شہرت دُور دور تک پہنچ گئی۔ اور صادق اور امین آپؐ کا لقب پڑ گیا۔

خانۂ کعبہ کی تعمیر

کعبے کو جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بنایا تھا تو

marfat.com
Marfat.com

یہاں ایک چٹیل میدان تھا۔ یہ کئی ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ بعد میں جب یہ بستی آباد ہونا شروع ہوئی، تو کعبہ آبادی کے اندر گھر گیا بارش ہوتی، تو گلیوں کا سارا پانی مسجد کے صحن میں جمع ہو جاتا، اس کے علاوہ ارد گرد کی پہاڑیوں کا پانی بھی ریلے کی صورت میں کعبے کی دیواروں سے ٹکراتا۔ اور کوئی نہ کوئی دیوار گر جاتی۔ چنانچہ اہل مکہ کو تقریباً ہر سال اس مشکل کا سامنا کرنا پڑتا آخر صلاح و مشورے کے بعد طے پایا کہ عمارت کو گرا کر، اس کی کرسی کو زمین سے کافی اوپر اٹھا دیا جائے، تاکہ بارش کا پانی دیواروں سے نہ ٹکرائے۔ عزیز بچّو! شاید آپ کو علم نہ ہو۔ کہ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے یہ مسجد تعمیر کی تھی تو صرف چار دیواری کھڑی کی تھی، اور غالباً چھت اس لئے نہیں ڈالی تھی، کہ لکڑی نہیں مل سکی ہو گی۔ چنانچہ یہ چار دیواری بغیر چھت کے چلی آ رہی تھی۔ انہی دنوں میں جدہ کی بندرگاہ پر ایک تجارتی جہاز ساحل سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا قریش نے ایک آدمی کو بھیج کر وہ لکڑی خرید لی۔ جس سے چھت کا بندوبست بھی ہو گیا۔

دیواریں گرا دی گئیں، اور کرسی کو اونچا کر کے اوپر دیواروں کی چنائی شروع ہو گئی۔ چونکہ سب قبیلے، کعبے کی تعمیر میں شریک ہونا چاہتے تھے، اس لئے دیواروں کو کئی ٹکڑوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ تاکہ کسی کو شکایت نہ ہو۔ سب کام صلح صفائی سے ہو رہا تھا۔ مگر جب حجر اسود کو دیوار میں لگانے کا وقت آیا۔ تو جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا کہ اس پتھر کو اپنی جگہ پر لگانے کے لئے کون آگے آئے گا۔ ہر قبیلہ کہتا تھا، کہ یہ حق اس کا ہے۔ اور وہ کسی دوسرے کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے گا۔ اگر بات طریقے سلیقے سے کی جائے۔ تو ہر مشکل کا حل نکل آتا ہے۔ لیکن جب معاملہ ضد اور ہٹ دھرمی تک پہنچ جائے، تو ایسی گتھی کا سلجھنا حد درجہ دشوار ہو جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسی ہی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ ہر قبیلے میں کچھ نہ کچھ شر پسند ہوتے ہیں۔ جو ہر وقت مرنے مارنے پر تیار رہتے ہیں۔ انہیں ایسا موقعہ خدا دے، مونچھوں پر تاؤ دیتے پھرتے تھے۔ خدشہ تھا، کہ اگر تلوار

marfat.com
Marfat.com

تک نوبت پہنچ گئی، تو سب یہیں ڈھیر ہو جائیں گے۔

چار دن تک یہ جھگڑا چلتا رہا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ پانچویں دن ایک بوڑھے سردار ابوامیہ بن مغیرہ نے یہ تجویز پیش کی، کہ کل صبح حرم کعبہ میں جو شخص سب سے پہلے داخل ہو۔ یہ معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔ اور وہ جو فیصلہ بھی کرے، اسے سب تسلیم کر لیں۔ سب نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن سب کی نگاہیں ادھر لگی ہوئی تھیں۔ کہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا۔ سبھی ہوئی آنکھیں چمک اٹھیں اور کھلائے ہوئے ہیرے دمک اٹھے۔ سب نے آپ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور کہا، چونکہ آپؐ صادق اور امین ہیں۔ ہم آپؐ کے فیصلے پر حرف بحرف عمل کریں گے حضورؐ نے چادر زمین پر بچھائی اور حجرِ اسود کو اس کے درمیان رکھ کر ہر قبیلے کے سردار کو فرمایا کہ وہ چادر کو تھام کر اسے اوپر اٹھائیں۔ جب چادر وہاں پہنچی۔ جہاں حجرِ اسود کو رکھا جانا تھا۔ تو آپؐ نے پتھر کو اٹھا کر وہاں رکھ دیا اور یوں حضور اکرمؐ کے طفیل قریش ایک بڑی مصیبت سے بچ گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح

ہم لکھ آئے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کی ذمہ داری حضرت ابوطالب نے سنبھال لی تھی۔ دادا کی وفات پر حضورؐ کی عمر آٹھ سال تھی، جب آپؐ جوان ہوئے، تو چونکہ حضرت ابوطالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی اور انہی دنوں ایک تجارتی قافلہ شام جانے والا تھا۔ اور مکے کی ایک بیوہ امیر خاتون کو کسی ایسے دیانت دار آدمی کی ضرورت تھی جو ان کا مال، اچھے خاصے معاوضے کے بدلے، دمشق کی منڈی میں بیچ آئے۔ حضرت ابوطالب کو معلوم ہوا۔ تو انہوں نے حضور اکرمؐ کو بلا کر کہا: جان عم! تم میری مالی حالت سے اچھی طرح آگاہ ہو خدیجہ طاہرہ

marfat.com
Marfat.com

کا نام تم نے بھی ضرور سنا ہو گا۔ اسے اپنے مالِ تجارت کی فروخت کے لئے کسی بھلے تجربہ کار آدمی کی ضرورت ہے۔ اگر تم اس کام کے لئے آمادہ ہو، تو میں اس سے تمہارا ذکر کروں۔ اگر وہ مان گئی۔ تو تمہیں بے کاری سے چھٹکارا مل جائے گا۔ اور ہمیں اس کے معاوضے سے تھوڑی بہت سہولت حاصل ہو جائے گی۔

حضور اکرمؐ خود بیکاری سے اکتائے ہوئے تھے، آپؐ نے فوراً ہاں کر دی۔ اور جب جنابِ ابوطالب نے طاہرہ خاتون سے اپنی خواہش کا اظہار کیا، تو چونکہ حضورؐ کی شہرت کی بھنک ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی اس لئے وہ بھی مان گئیں۔ اور جب کاروانِ تجارت روانہ ہوا تو حضور اکرمؐ بھی ساتھ ہو لئے۔ جناب طاہرہ نے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپؐ کا رفیقِ سفر بنا دیا تھا۔ اس سال منڈی تیز تھی۔ خریدار سامانِ تجارت ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔ اور منافع کا تناسب کافی زیادہ تھا واپسی پر جب میسرہ نے جنابِ طاہرہ سے حضور اکرمؐ کی بے مثال امانت و دیانت اور سوجھ بوجھ کا ذکر کیا، تو انہوں نے از راہِ قدر دانی، حضورؐ کا معاوضہ دوگنا کر دیا۔ ایسا لگتا ہے، کہ یہ سلسلہ دو چار سال تک تو ضرور چلتا رہا ہو گا۔

جنابِ خدیجہ، اس سے پہلے دو نکاح کر چکی تھیں، اور دونوں شوہر وفات پا چکے تھے، اگرچہ اس وقت وہ چالیس برس کی ہو چکی تھیں لیکن ان کی پاکیزہ سیرتی اور دولت مندی کی وجہ سے، مکے کے سب شرفا ان سے نکاح کے خواہش مند تھے چنانچہ ہر ہفتے کوئی نہ کوئی پیغام موصول ہو جاتا، اور اس طرح ان کی یکسوئی میں خلل پیدا ہو جاتا۔ خیال آیا ہو گا۔ جب تک اس ٹنٹنے کو ختم نہیں کروں گی۔ ان لوگوں کے تقاضے مجھے دم نہیں لینے دیں گے۔ آخر دل میں ٹھان لیا، کہ جب مجھے نکاح کرنا ہی ہے، تو اس ہاشمی نوجوان سے، جس نے میرے کاروبار کو چار چاند لگا دیئے ہیں، بہتر آدمی مجھے نہیں مل سکے گا۔ چنانچہ جنابِ طاہرہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دے

marfat.com
Marfat.com

کر حضورؐ کے پاس بھیجا۔ اس نے حاضر ہو کر پوچھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اب تو تمہاری عمر پچیس برس ہو گئی ہو گی، شادی کیوں نہیں کر لیتے؟" "بی بی! تمہارا خیال درست ہے لیکن میں تو ابھی بالکل خالی ہاتھ ہوں۔ شادی کی کچھ ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں"۔ "لیکن اگر اس کا بندوبست بھی ہو جائے تو پھر" "اس صورت میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔ جب اس عورت نے جنابِ طاہرہ کا نام لیا، تو آپؐ نے درخواست منظور کر لی۔ حضرت ابو طالب نے نکاح پڑھایا، پانچ سو درہم مہر مقرر ہوا۔ جو اسی وقت ادا کر دیا گیا۔ حضورؐ کو حضرت خدیجہ سے بڑی محبت تھی۔ جب تک ام المومنین زندہ رہیں، انہوں نے ایک وفادار اور مخلص رفیقۂ حیات کی طرح حضور اکرمؐ سے نباہ کیا۔ جنابِ طاہرہ کے بطن سے حضورؐ کی چار صاحبزادیاں، زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور آخر میں خاتونِ جنت جنابِ فاطمہؓ پیدا ہوئیں، صاحبزادے دو تھے، قاسمؓ اور عبداللہؓ جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

شادی کے بعد حضور اکرم کے مشاغل

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ شادی کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس برس تھی اور آپؐ اچھے خاصے تندرست اور صحت مند تھے، قیاس چاہتا ہے کہ حضورؐ شادی کے بعد تجارت کے کاروبار میں مصروف ہو گئے ہوں گے۔ بارہا شام کے مختلف علاقوں میں گئے ہوں گے، اور عجب نہیں، کہ حضورؐ اکرم بہ غرضِ خرید و فروخت حجاز کے دور دراز علاقوں میں بھی گئے ہوں۔ چنانچہ سیرت کی بعض کتابوں میں بحرین کے سفر کا مختصر سا حال ملتا ہے۔ شادی اور نبوت کے درمیان پندرہ برس کا وقفہ ہے۔ اسی عرصے کے دوران میں آپ کی چھ اولادیں ہوئیں۔ حضرت خدیجہ کے کاروبار کو چمکایا، لیکن جوں جوں نبوت کا زمانہ قریب آتا گیا۔ آپؐ کا دل دنیا کے بکھیڑوں سے اچاٹ

marfat.com
Marfat.com

ہوتا گیا۔ اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں (۱) آپ نے شادی کے بعد حضرت خدیجہ کے کاروبار کو چمکانے کے لئے کافی محنت کی ہوگی، لمبی لمبی مسافتیں طے کی ہوں گی، اور تھک گئے ہوں گے (۲) تھکان اتارنے کے لئے ہر آدمی کو تھوڑی بہت تفریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ دوستوں کے ساتھ مل بیٹھنا اور گپ شپ لڑانا، شکار کھیلنا، نیزہ بازی کے مقابلوں میں حصہ لینا، کشتی لڑنا اور سیر و سیاحت کے لئے گھومنا پھرنا۔

عزیز بچو! ہم بتا چکے ہیں کہ عربوں کی اخلاقی حالت نہایت خراب تھی۔ اس لئے جب وہ مل بیٹھتے، تو ان کی گفتگو اتنی لغو اور بیہودہ ہوتی، کہ شیطان بھی کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتا۔ حضور اکرمؐ کے دوستوں کی تعداد محدود تھی۔ جن میں حضرت ابوبکرؓ اور جناب حکیم بن حزام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ اور کسی تفریح سے آپ کو دلچسپی نہ تھی (۳) بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ وہ چھچھوری باتوں سے دور بھاگتے ہیں۔ اور آخر کار دنیا سے کنارا کر لیتے ہیں۔ حضور اکرمؐ اپنی قوم کی بداخلاقی کو دیکھ دیکھ کر ضرور کڑھتے ہوں گے، اور چاہتے ہوں گے، کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو۔ کہ میرے یہ بھائی بند اپنی روش بدل لیں، نیز سوچتے ہوں گے، کہ جب دنیا کے دھندوں میں پھنس کر آدمی ایسی قابلِ نفرت صورت اختیار کر لیتا ہے، تو ایسی دولت سے غریبی اور افلاس ہزار درجے بہتر ہے۔ چنانچہ آپ نے تجارتی قافلوں کے ساتھ آنے جانے کا معاملہ یک قلم ترک کر دیا۔ بیواؤں کو بازار سے سودا سلف لا دیتے، نادار اور یتیم بچوں کی امداد فرماتے، بیماروں کی عیادت کرتے، جہاں کسی کو دکھ میں دیکھتے، اس کی مدد کو آگے بڑھتے، غلاموں اور کنیزوں کے کام خود کر دیتے، جو شخص مدد کی درخواست کرتا فوراً اٹھ کھڑے ہوتے، اور جو بن پڑتا، اس سے ذرا دریغ نہ کرتے۔ عرب میں عام طور پر غلاموں اور کنیزوں سے بے رحمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ انہیں مارا پیٹا جاتا۔ اور ان سے سخت مشقت لی جاتی تھی، حضور اکرم کو معلوم ہوتا، تو ان مظلوموں کے بے رحم

marfat.com

Marfat.com

آقاؤں کے پاس جاکر انہیں بے رحمی اور بے انصافی سے روکتے۔ اور ان کے کام خود کر دیا کرتے، اور جب رخصت ہونے لگتے، تو انہیں تاکید کرتے، کہ جب بھی تم سے کوئی کام نہ ہو سکے۔ تو مجھے بلا لیا کرو۔ حضور اکرمؐ دن بھر گلی کوچوں میں کمزوروں اور ضعیفوں کی امداد میں مصروف رہتے۔ اور جب بعد از فراغت اپنے پروگرام پر غور فرماتے، تو آپ کے دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی۔ اور دوسرے دن زیادہ ذوق شوق سے اس کام میں معروف ہو جاتے۔ ہم یہ تو نہیں بتلا سکتے کہ حضور اکرمؐ کتنے عرصے تک ان کاموں میں منہمک رہے۔ کب شروع کیا تھا اور کب ختم کر دیا۔ کچھ بھی ہو۔ یہ عرصہ پانچ سات سال سے کم نہ ہوگا

غارِ حرا

مکے سے تین میل کے فاصلے پر چار گز لمبا اور پونے دو گز چوڑا ایک غار تھا۔ آپ نے اسے اپنا مسکن بنا لیا اور غور و فکر اور خدا کی عبادت کے لئے اس مقام کا انتخاب فرمایا گھر سے کھانے پینے کا مختصر سا سامان لے آتے، ہفتہ عشرہ بسر کرتے اور جب راشن ختم ہو جاتا، حضور اکرمؐ، دن آدھ دن کے لئے واپس تشریف لے آتے، بیوی بچوں سے ملتے، گھر کے چھوٹے موٹے کام کر دیتے، اور کھانے پینے کی ضروری چیزیں سمیٹ کر پھر سے غارِ حرا کو واپس چلے جاتے۔ ہمارے پاس کوئی ایسی تاریخی شہادت موجود نہیں ہے جس کو دیکھ کر ہم کہہ سکیں، کہ آپ نے کب سے غارِ حرا میں آنا جانا شروع کیا، اور کتنے عرصے تک یہ آمد و رفت جاری رہی۔

پیارے بچو! کبھی آپ نے سوچا ہے، کہ یہ کام کتنا مشکل اور نیز کتنا انوکھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک اچھا بھلا حیال دار معقول اور شریف آدمی، دنیا کے کاروبار چھوڑ کر، اور بال بچوں سے منہ موڑ کر، بستی سے دور ایک غار میں جا کر رہنا شروع کر دے۔ دس دس،

marfat.com
Marfat.com

پندرہ پندرہ دن گھر سے غیر حاضر رہے، بیوی میاں کی صورت کو ترس جائے۔ اور بچے سارا سارا دن باپ کے انتظار میں دروازے پر نظریں جمائے رکھیں، اور ماں بچاری اپنے راج دلاروں کو یہ کہہ کہہ کر ڈھارس بندھاتی رہے۔ گھبراؤ مت تمہارے ابو آنے ہی والے ہیں، ظاہر ہے ماں بچاری، بچوں کے اضطراب اور بے چینی سے اور زیادہ مضطرب اور بے چین ہوتی ہوگی۔ وہ ضرور سوچتی ہوگی، کہ نہ معلوم میرے میاں نے یہ انداز کیوں اپنا لیا ہے۔ کب تک بچے اس آزمائش میں مبتلا رہیں گے اور میں اس عجیب صورت حال سے شب و روز کب تک پریشان رہوں گی۔

وحی کی ابتدا

حضور اکرمؐ جب شہر چھوڑ کر غار حرا میں آئے ہوں گے، تو ممکن ہے کہ ماحول کی تنہائی اور آس پاس کی گھمبیر خاموشی سے تھوڑا بہت اکتائے ہوں۔ لیکن جلد ہی وہ ان خشک اور بے آب و گیاہ پہاڑیوں سے مانوس ہو گئے۔ کئی کئی دن گھر سے غائب رہتے۔ اور صرف اسی وقت شہر کا رُخ کرتے، جب کھانے پینے کی اشیا ختم ہو جاتیں۔ اس تنہائی میں سوچ بچار اور عبادت سے رفتہ رفتہ آپ کی حالت بدلنا شروع ہو گئی۔ اور آپؐ کے دل کا شیشہ مصفا اور شفاف ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ آپ کو سچے خواب آنا شروع ہو گئے، ایسا بھی ہوتا، کہ جو کچھ رات کو خواب میں نظر آتا دن کو ہو بہو وہ واقعہ پیش آجاتا۔ اس سے آپؐ ابتدا میں ضرور حیران ہوئے ہونگے لیکن جب یہ حالت روزمرہ پیش آئی ہوگی، تو تعجب اور حیرانی ختم ہو گئی ہوگی اور آپؐ کو یقین ہو گیا ہوگا۔ کہ اس تبدیلی کی وجہ، آپؐ کی عبادت اور دنیا سے علیحدگی ہے۔

ایک دن کا واقعہ ہے، کہ حضور اکرمؐ حسبِ معمول غارِ حرا میں مصروفِ عبادت

marfat.com
Marfat.com

تھے. نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، تو زمین و آسمان کے درمیان ہوا میں آپ کو ایک فرشتہ نظر آیا جس کے بڑے بڑے پر تھے۔ چونکہ اس سے پہلے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس لئے آپ گھبرا سے گئے، ابھی آنکھیں اس عجیب و غریب صورت کو دیکھنے میں مصروف تھیں، کہ کانوں میں آواز آئی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خدا کا نام لے کر پڑھیئے جس نے دنیا کو پیدا کیا" اس جملے کے سننے سے آپ نے حوصلہ کر کے جواب دیا، "میں تو پڑھنا جانتا ہی نہیں، پڑھوں کیسے" اس پر فرشتے نے پھر وہی جملہ دہرایا، ذرا زور دے کر۔ لیکن چونکہ آپ نے کبھی پڑھا نہ تھا۔ اس لئے جواب میں پھر وہی جملہ دہرا دیا تیسری دفعہ جب فرشتے نے پھر وہی جملہ دہرایا اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ تو آپ نے اس جملے کو ہو بہو اسی طرح دہرا دیا۔ اس کے بعد فرشتہ غائب ہو گیا۔

جب سے آپ نے غار حرا میں آنا جانا شروع کیا تھا۔ حضور اکرمؐ کو اس دوران میں کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا جس سے آپ نے کوئی کھٹکا محسوس کیا ہو۔ معلوم زندگی کی کتنی راتیں اور کتنے دن حضورؐ نے اس سناٹے میں بسر کئے تھے، اور کوئی انوکھا وقوعہ پیش نہیں آیا تھا۔ آپ حیران تھے، کہ یک لخت یہ عجیب و غریب صورت کیوں پیش آ گئی، ہو سکتا ہے، کہ یہ نیند اور خواب کا ماجرا ہو جسے میں بیداری کا قصہ سمجھ بیٹھا ہوں۔ عجب نہیں، کہ یہ نظر کا دھوکا ہو۔ کہتے ہیں۔ کہ ویرانوں اور صحراؤں میں اکیلے دکیلے مسافر کو ایسے واقعات پیش آ جاتے ہیں۔ میں بھی تو عرصے سے اس غار میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ ہو سکتا ہے کسی بھوت پریت کو مجھ سے دل لگی کی سوجھ گئی ہو۔ اور یوں اس کی شرارت نے میرے سکون اور اطمینان کو غارت کر دیا ہو۔ ایسے حالات میں ہر آدمی کے دل میں اسی طرح کے خیالات اُمڈ آتے ہیں اور آدمی پریشان ہو جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضور اکرمؐ کی پریشانی

پیارے بچو! آپ خود سوچ سکتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نئے تجربے سے کتنی پریشانی اور گھبراہٹ ہوئی ہو گی۔ بھوتوں اور چڑیلوں کی کہانیاں، عربوں میں بھی عام تھیں، بلکہ ان کے یہاں تو غولِ بیابانی کے بارے میں بھی کئی روایتیں مشہور ہیں، حضور اکرمؐ نے بھی ضرور سنی ہوں گی۔ اس واقعہ کے پیش آنے پر آپؐ کے دماغ میں بھی کئی بھولی بسری کہانیاں انگڑائی لے کر جاگ اٹھی ہوں گی۔ اور آپؐ نے اس واقعہ کو بھی کسی ایسی ہی پراسرار مخلوق کی شرارت سمجھا ہو گا چنانچہ اس واقعہ کے دباؤ نے آپؐ کو مجبور کر دیا کہ شہر کو واپس لوٹ جائیں، بادلِ نخواستہ آپؐ نے اپنی چھوٹی موٹی اشیاء اٹھائیں، اور تیز تیز قدم اٹھاتے گھر آ گئے، اور آتے ہی جناب ام المومنین سے فرمایا۔ "مجھے جلدی جلدی کمبل اوڑھا دو، کہ میری زندگی خطرے میں ہے"

جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت غارِ حرا میں شروع ہوئی تھی یہ پہلا موقعہ تھا کہ آپؐ وہاں سے واپسی پر اتنے پریشان حال تھے، رنگ اڑا ہوا تھا، اور بدن پسینے میں شرابور تھا۔ ام المومنین یہ حال دیکھ کر دھک سی رہ گئیں، پریشانی کی وجہ دریافت کی، تو حضور اکرمؐ نے جو کچھ دیکھا سنا تھا، بیان فرما دیا۔ قیاس چاہتا ہے۔ کہ ام المومنین نے بھی ہر طرف خیال کے گھوڑے ضرور دوڑائے ہوں گے۔ اور اس عہد کے عرب معاشرے میں ایسی صورت میں جو خیال لوگوں کے دلوں میں آتے ہوں گے آپ کے دل میں بھی ضرور آئے ہوں گے لیکن انہوں نے آپؐ سے ان باتوں کا ذکر مناسب نہ سمجھا۔ اور بطور ایک زیرک اور تجربہ کار خاتونِ خانہ کے آپؐ کو اطمینان اور تسلی دینے کے لئے گزارش کی "میرے سرتاج! آپ بالکل نہ گھبرائیں، خدا آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا ماشاء اللہ! آپ اللہ کی مخلوق کے خیر خواہ ہیں۔ ہر چھوٹا بڑا آپ کے

marfat.com
Marfat.com

حسنِ سلوک کا گرویدہ ہے، آپ مصیبت زدہ لوگوں کے غمگسار اور کمزوروں اور بے آسرا انسانوں کے مددگار اور سہارا ہیں مصائب میں پھنسے ہوؤں کی پناہ ہیں۔ آپ نے عمر بھر جھوٹ نہیں بولا۔ خیانت نہیں کی، غرضیکہ جہاں تک بس چل سکا۔ آپ نے ہر آدمی سے بھلائی کی۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ یہ تمام اچھے کام رائیگاں چلے جائیں۔ فطرت سے اس کج ادائی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔"

ورقہ بن نوفل

اس انوکھے تجربے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تو پریشان تھے ہی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی از حد فکرمند ہوگئیں۔ سوچنے لگیں، کہ یہ سب کیا دھرا، اس تنہائی اور گوشہ نشینی کا ہے۔ جب سے آپؐ نے وہاں آنا جانا شروع کیا ہے۔ آپؐ کے طور، اطوار یکسر بدل گئے ہیں، مجھے تو اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ورنہ میں آپ کو وہاں کیوں جانے دیتی۔ شہر بھر میں بھی تو ایک تماشہ کے ہیں۔ صلاح مشورہ کروں بھی تو کس سے۔ جس سے بھی بات کروں گی۔ بھوت پریت، جنوں اور چڑیلوں کے قصے سنانا شروع کردے گا۔ آگے ہی گھبراہٹ اور پریشانی سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ ان لوگوں کے افسانے جلتی پر تیل کا کام دیں گے۔

اسی سوچ بچار میں ام المومنین کو، اپنے ایک رشتہ دار ورقہ بن نوفل کا خیال آگیا۔ یہ بزرگ بہت عرصہ پیشتر، بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو گئے تھے، توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ اور مکے میں سب لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ ام المومنین آپؐ کو ان کے پاس لے گئیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا واقعہ ورقہ بن نوفل کے سامنے بیان کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جو کچھ آپ نے بیان کیا۔ اس سے میں یہ سمجھا ہوں، کہ یہ وہی ناموس اکبر ہے، جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اس

marfat.com
Marfat.com

کے بعد عیسیٰ علیہ السلام پر اترا، اور اب اس کا نزول آپ پر ہو رہا ہے۔ توریت اور انجیل میں جس نبی آخر الزمان کی آمد کا ذکر ہے، بلاشبہ وہ نبی آپ ہی ہیں۔ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا۔ جب اہلِ مکہ آپ کو یہاں سے نکال دیں گے، تو میں ضرور آپ کی امداد کروں گا۔

حضور اکرمؐ نے حیران ہو کر پوچھا، کیا یہ لوگ مجھے شہر بدر کر دیں گے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا، ہاں ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ جو کچھ آپ لے کر آئیں گے، اس کی وجہ سے آپ کو یہ تکلیف ضرور پیش آئے گی۔ نیز آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک یہی کچھ ہوتا آیا ہے۔ چونکہ آپؐ اس مقدس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ آپ کو بھی اس آزمائش سے ضرور گزرنا پڑے گا۔ لیکن اس میں گھبرانے اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ جب سے دنیا بنی ہے، نیکی اور برائی میں ہمیشہ ٹھنی رہی ہے۔ اگر کبھی وقتی طور پر نیکی دب بھی گئی، مگر آخر کار اس نے برائی کو اکھیڑ کر پھینک دیا۔ آپ کو بھی اسطرح کی تکالیف سے پالا پڑے گا۔ لیکن آخرِ کار فتح آپؐ کی ہو گی۔ اور آپؐ کا دین ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔

ورقہ بن نوفل کی گفتگو سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری کلفت دور ہو گئی۔ ام المومنین بھی اس خوشی سے پھولی نہ سماتی تھیں، کہ خدا نے ان کے میاں کو پیغمبری کے منصب سے سرفراز فرمایا ہے۔ ممکن ہے، اس سے پیشتر بھی انہوں نے کسی کی زبانی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے نام سنے ہوں۔ اور ان کے ذہن میں پیغمبری کا سادہ سا تصور موجود ہو۔ اب اس لفظ کے سننے سے ان کے دماغ میں ہل چل مچ گئی ہو گی۔ سوچتی ہوں گی، سبحان اللہ، موسیٰؑ کو طور پر بلا کر پیغمبری عطا فرمائی، تو میرے میاں کو (خدا انہیں نظر بد سے بچائے) غارِ حرا کی تنہائی میں طلب کر کے یہ نعمت بخش دی۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے، کہ آدمی ذرا سی خوشی پر ماضی

marfat.com
Marfat.com

کے سارے رنج بھول جاتا ہے۔ یہاں تو سوال پیغمبری کا تھا۔ پیارے بچّو! آپ اندازہ کر سکتے ہیں، کہ اتنی بڑی خوش خبری سے خاندانِ نبوت کو کتنی مسرّت ہوئی ہوگی جتنا اس انعام پر غور کرتے ہوں گے، اتنا ہی ان کی خوشیوں اور مسرّتوں میں اضافہ ہوتا ہوگا۔

وحی کی بندش کے بعد، تبلیغ اسلام

غارِ حرا کی پہلی وحی کے بعد کچھ عرصہ کے لئے یہ سلسلہ بند ہو گیا مگر حضور اکرمؐ کی آمد و رفت کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا تھا۔ آپؐ اس مقدس غار کو کیسے بھول سکتے تھے، جہاں کی مبارک تنہائیوں میں سچی عبادت کو خدا کی رحمت نے قبول فرما لیا تھا۔ حضور اکرمؐ روزانہ غارِ حرا کو اس توقع سے تشریف لے جاتے، کہ ہو نہ ہو، آج ناموسِ اکبر سے ملاقات ہو جائیگی۔ مگر دن بھر کی بے چینی سے مایوسی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوتا۔ ہر صبح نئی امید لے کر آتی، جو شام کو نومیدی میں بدل کر آپ کے اشتیاق کو بھڑکا جاتی۔ تقریباً چھ مہینے تک یہ سلسلہ بند رہا۔ آخر خدا خدا کر کے جبریل علیہ السلام پھر حاضر ہوئے، اور گذارش کی۔ یا رسول اللہ! جناب باری کا فرمان ہے، کہ تبلیغ دین کا کام شروع کیجئے، اور اپنی قوم کو خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلائیے"۔ حضور اکرمؐ نے اس کام کی ابتدا کاشانہ نبوت سے فرمائی۔ ام المومنین کے علاوہ حضورؐ کی کفالت میں حضرت علی اور زید بن حارثہ بھی تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور جناب زید رضی اللہ عنہ آپؐ کے غلام تھے، یہ دونوں حضرات اگرچہ نابالغ تھے، لیکن اچھے خاصے سیانے اور ہوشیار تھے، جب آپؐ نے جناب ام المومنین اور چچیرے بھائی اور غلام کو قبولِ اسلام کی دعوت عبادت دی تو یہ لوگ بلا تامل کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ حضور اکرمؐ کے احباب میں سے جس نے سب سے

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق آپؐ کے بہت قریب تھے، جب آپؐ نے انہیں بتایا کہ آپؐ کو خدا کی طرف سے نبوت عطا ہوئی ہے، اور حکم ہوا ہے، کہ میں لوگوں کو خدا کے دین کی طرف بلاؤں، تو حضرت ابوبکر نے بھی فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد تین سے بڑھ کر چار ہو گئی۔

ابوبکر کا قبولِ اسلام

حضرت ابوبکر مکے کے مالدار تاجروں میں شمار ہوتے تھے، نیز بڑے ہمدرد اور سخی تھے، عوام میں اٹھتا بیٹھتا تھا جس محفل میں ہوتے، اسلام کی خوبیاں بیان کرتے، اور لوگوں کو نئے دین کی طرف بلاتے، آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی تھی، مگر یہ رفتار بڑی سست تھی، چنانچہ تین سال کی تبلیغ کے بعد حضور اکرمؐ کے ماننے والوں کی گنتی تیس تک پہنچی۔ ان لوگوں میں حضرات عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمان بن عوف اور عبداللہ بن مسعود شامل تھے، حضور اکرمؐ اس رفتار سے مطمئن نہ تھے۔ لیکن جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں، آپؐ اس خدائی مشن میں دھوم دھڑکے سے اس لئے پرہیز کرتے تھے، کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کو بتا دیا تھا۔ کہ اس نئے دین کی اشاعت سے قریش بھڑک اٹھیں گے اور آپ کو دیس نکالا مل جائے گا حضور اکرمؐ اس لئے ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھاتے تھے، کہ سانپ بھی مر جائے، اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے لیکن آخر کب تک! حکم ہوا۔ "بہت ہو چکی، بات یوں نہیں بنے گی، جو کچھ کہنا ہے۔ سرعام کہو، اور دھڑلے سے کہو، لگی لپٹی رکھنے سے کام نہیں چلے گا۔"

کوہِ صفا کا وعظ

تعمیلِ ارشاد میں حضور اکرمؐ نے ایک دن کوہِ صفا پر قریش کو طلب فرمایا، جب

marfat.com
Marfat.com

لوگ جمع ہو چکے، تو آپ نے فرمایا۔ "اے قریش! میں شکر گزار ہوں، کہ آپ نے میری آواز پر لبیک کہا، لیکن اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کی اوٹ میں دشمن کا ایک لشکر حملہ آور ہونے کے لئے موجود ہے، اور موقعہ کے انتظار میں ہے تو کیا آپ میری بات مان لیں گے؟" سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ "بلاشبہ ہم آپ کی اس بات کو مانیں گے، کیوں کہ ہم نے آپ کی زبان سے کبھی کوئی غلط اور جھوٹی بات نہیں سنی۔" اس پر آپ نے فرمایا "میری قوم کے بزرگو! اور نوجوانو! جس طرح میں نے اس سے پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ کو یقین دلاتا ہوں، آئندہ بھی کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا، جس غرض کے لئے میں نے آپ کو یہاں بلایا ہے، وہ یہ ہے، کہ خدا نے مجھے آپ کی طرف اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور حکم دیا ہے، کہ میں آپ کو خدا کے دین کی طرف بلاؤں، اور بتاؤں، کہ خدا واحد لاشریک ہے، ہم اسی کی عبادت کریں، اور اسی سے اپنی مرادیں مانگیں۔ ساری انسانی برادری خدائی کنبہ ہے۔ ہمیں اتفاق اور اتحاد قائم کرنا چاہیئے۔ مل جل کر رہیں، اور آپس میں ہمدردی اور رواداری کا سلوک کریں۔ بتوں کی پرستش شرک اور کفر ہے جس سے خدا ناراض ہوتا ہے، اس لئے ہمیں اس حرکت سے باز آجانا چاہیئے۔ اسی طرح قتل و غارت، لوٹ مار اور چوری چکاری غرضیکہ ہر بُرے کام کو خدا ناپسند کرتا ہے، اس لئے میں اپنی قوم کو خبردار کرتا ہوں، کہ اگر آپ لوگوں نے اپنے طور طریقے نہ بدلے، تو آپ کا بھی وہی انجام ہوگا۔ جو پہلی قوموں کا ہو چکا ہے۔"

اسلام کی مخالفت

جب قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بتوں کے بارے میں آپؐ کے خیالات سُنے اور انہیں معلوم ہوا، کہ بتوں کی عبادت کفر ہے، اور ان کی عبادت کرنے والا کافر ہے، تو وہ غصّے سے بھڑک اٹھے، اور اُٹھ کر چلے گئے، جس شخص نے سب سے

marfat.com
Marfat.com

زیادہ برا منایا، اور سب سے پہلے اُٹھ کر بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ حضور اکرمؐ کا چچا ابولہب تھا۔ اس کے بعد خدائی حکم کی تعمیل میں آپؐ نے اپنے تمام قرابت داروں کو ایک دعوت پر طلب فرمایا، اور کھانے کے بعد آپؐ نے انہیں مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ خدا نے اپنے دین کی تبلیغ کی خدمت میرے سپرد کی ہے، میں نے آپ کو یہاں آنے کی زحمت اس لئے دی ہے، کہ آپ میں سے کون اس خدائی مشن کی تکمیل میں میرا ہاتھ بٹائے گا۔ سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سب خاموش رہے۔ انہوں نے کہا: "میں اگرچہ کم عمر اور دبلا پتلا ہوں۔ لیکن میں اس مبارک کام میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ اور کسی حالت میں آپ سے علیحدہ نہیں ہوں گا۔"

اس واقعے کے بعد حق و باطل، خم ٹھونک کر ایک دوسرے کے خلاف ڈٹ گئے۔ جو لوگ اب تک اسلام لا چکے تھے، ان میں کچھ مقامی تھے اور کچھ غیر مقامی یعنی غلام تھے۔ قریش کے سرپھندوں نے فیصلہ کیا، کہ جو مقامی لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں، ان سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے۔ کیونکہ اس سے باہم تعلقات بری طرح متاثر ہوں گے، لیکن غیر مقامی مسلمانوں کو اتنا ستاؤ، کہ انہیں اس حال میں دیکھ کر اور کسی کو اسلام لانے کی ہمت نہ پڑے۔ ان مظلوموں میں کچھ مرد تھے، اور کچھ خواتین تھیں۔ جو کچھ ان بے کسوں پر، ان ظالموں کے ہاتھوں گزری، اسے پڑھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے، جب موقعہ پاتے، جو کچھ بن پڑتا، اس سے ہرگز نہ چوکتے۔ ایک دفعہ آپؐ کعبے میں نماز پڑھ رہے تھے، پاس ہی قریش کے کچھ سردار بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے، ان بدبختوں میں سے ایک شخص جس کا نام عقبہ بن معیط تھا، اٹھا، اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے اونٹ کا اوجھ اٹھا لایا، اور جب حضور اکرمؐ نے سجدہ کیا، تو اس بدبخت نے اسے آپؐ کی گردن پر رکھ دیا۔ حضورؐ سجدے میں پڑے تھے، اور

marfat.com
Marfat.com

کفارِ قریش آپ کو دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے۔ حضرت فاطمہ گھر پر تھیں، انہیں معلوم ہوا، تو اُٹھ دوڑیں، اور آپؐ کی گردن پر سے گھسیٹ کر ادھر کو ہٹایا، اور حضور اکرمؐ نے سر اٹھایا۔

کفار کی اینٹ رسانی

اسی طرح ایک اور موقعہ پر حضور اکرمؐ کعبے میں نماز پڑھ رہے تھے، کفار قریش کی ایک جماعت بھی حسبِ معمول وہاں موجود تھی۔ ان بدبختوں میں سے ایک شخص نے اٹھ کر پٹکا آپ کی گردن میں ڈالا، اور اسے اتنا بٹ دیا، کہ حضورؐ کا سانس گھٹ گیا، اور آنکھیں باہر نکل آئیں۔ حضرت ابوبکر کو کسی نے جا بتایا۔ وہ بھاگے آئے، اور آپؐ کو اس ظالم کے ہاتھوں سے چھڑانے کے لئے آگے بڑھے۔ اس نے آپؐ کو چھوڑ کر، حضرت ابوبکر پر حملہ کر دیا۔ اس کے باقی ساتھی بھی پہنچ گئے، اور مار مار کر انہیں لہولہان کر دیا۔ بڑی مشکل سے چھٹکارا ملا۔ اور کوئی مہینہ بھر لنگڑا لنگڑا کر چلتے رہے۔ چونکہ کفار اس سارے کئے دھرے کا الزام آپؐ کو دیتے تھے، اس لئے وہ آپؐ کو ستانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے، گلی کوچوں سے گزرتے وقت، عورتیں گھر کا کوڑا کرکٹ آپؐ پر ڈال دیا کرتیں جس راستے سے رات کو آپؐ گزرتے، بعض بدنہاد وہاں کانٹے بچھا دیتے، تاکہ آپؐ کو دکھ پہنچے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکسا رکھا تھا، جہاں بھی آپؐ کو دیکھ پاتے، دیوانہ وار رٹ لگا کر آپؐ کو چڑاتے اور پتھر برساتے یوں تو قریش کا ہر آدمی آپؐ کا جانی دشمن تھا لیکن جن لوگوں کو آپؐ ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے ان میں ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف، عقبہ بن معیط اور ابوسفیان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

عمر بن خطاب کا قبولِ اسلام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں عمر بن الخطاب بھی کسی سے کم نہ تھے۔ تند مزاج تو تھے ہی، لیکن جوشِ جوانی نے اس آگ کو اور بھڑکا دیا تھا جہاں بیٹھتے، اسلام کے خلاف دل کی بھڑاس نکالتے رہتے، انہیں دنوں قریش نے یہ اعلان کرایا تھا۔ کہ جو شخص محمدؐ کی زندگی کا خاتمہ کر دے گا، اسے سو اونٹ بطورِ انعام دیئے جائیں گے، عمر نے سُنا، تو منہ میں پانی بھر آیا، اور تلوار لے کر حضور اکرم کو قتل کرنے (نعوذ باللہ) کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے، آپؐ ان ایام میں دار ارقم میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ دروازے پر دستک دی، اور آگے بڑھ کر آپ نے دروازہ کھولا۔ ان کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر پوچھا، "عمر کس ارادے سے آئے ہو؟ آنکھوں سے آنکھیں چار ہوئیں، تو نبوت کے جلال اور ہیبت کے سامنے کفر کا پتہ پانی ہو گیا۔ کہنے لگے، "یا رسول اللہ! ایمان لانے کو"، حضور اکرمؐ اور وہاں موجود مسلمانوں کو اس غیر متوقع وقوعے سے اتنی خوشی ہوئی، کہ سب نے بیک زبان اللہ اکبر کا نعرہ اس زور سے لگایا۔ کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ یہ پہلا دن تھا کہ مسلمانوں نے کعبے میں جا کر نماز ادا کی اور کسی کو ٹوکنے کی ہمت نہ پڑی۔

مقاطعہ شعب ابی طالب

کفار قریش نے اپنی طرف سے اسلام کی ترقی کو روکنے کے لئے ہر جتن کر دیکھا تھا، لیکن اس کا ہر قدم پیچھے ہٹنے کی بجائے آگے بڑھ رہا تھا۔ جس سے مخالفین سخت پریشان تھے، اور ان کی نیندیں حرام ہو گئی تھیں، آخر انہوں نے باہم مل کر فیصلہ کیا، کہ بنو ہاشم کے سردار ابو طالب کو بلا کر صاف صاف کہہ دو، کہ تم اپنے بھتیجے کو ہمارے

marfat.com
Marfat.com

بتوں کو بُرا بھلا کہنے سے روکو، ورنہ ہم مجبور ہو جائیں گے، کہ خود اسے روکیں، ہم اب زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ جب قریش کے سرداروں نے جنابِ ابوطالب کو یہ دھمکی دی، تو انہوں نے اس خیال سے، کہ مبادا معاملہ ہاتھ سے نکل جائے۔ حضور اکرمؐ کو بلا کر کہا۔ "میرے بھتیجے! ابھی ابھی قریش کے سردار اُٹھ کر گئے ہیں۔ وہ تمہاری سرگرمیوں سے سخت اکتائے ہوئے تھے۔ بہتر ہے، تم مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو، جو میں اٹھا نہ سکوں"۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا "چچا جان! اسلام کی تبلیغ میری زندگی کا مشن ہے۔ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیں، میں جب بھی اپنے کام سے دست بردار نہیں ہوں گا مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہے، اور میں اس سلسلے میں اپنی جان پر کھیل جانے سے بھی دریغ نہ کروں گا"۔ اس پر حضرت ابوطالب نے کہا۔ "اچھا جب تک میں زندہ ہوں، یہ لوگ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے"۔

سردارانِ قریش کو دو چار دن کے بعد ہی معلوم ہو گیا، کہ ابوطالب کے پاس وفد لے کر جانے سے فائدے کی بجائے نقصان ہوا ہے۔ اس لئے انہوں نے مل کر فیصلہ کیا، کہ چونکہ بنو ہاشم نے ہمارے وفد کا احترام نہیں کیا، اور ان کی شہ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگرمیاں اور بڑھ گئی ہیں۔ اس لئے ان سے میل ملاپ، لین دین، خرید و فروخت غرضیکہ تمام معاشرتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں، اور انہیں مجبور کیا جائے، کہ وہ مکے سے نکل جائیں، اور جہاں ان کے سینگ سمائیں، وہاں چلے جائیں۔ ابوجہل اس مہم میں سب سے آگے تھا، چنانچہ اس کے کہنے پر اس تجویز کو معاہدے کی شکل دے کر لکھ لیا گیا۔ جس پر تمام سردارانِ قریش نے دستخط کئے، اور پھر کعبے میں لٹکا دیا گیا۔ چونکہ بنو ہاشم سارے شہر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اس لئے انہوں نے اپنا ساز و سامان سمیٹا اور شعبِ ابوطالب میں رہائش اختیار کر لی۔

یہ معاشرتی مقاطعہ تین برس جاری رہا، جس کے دوران میں بنو ہاشم کو سخت

marfat.com
Marfat.com

دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، جب غلہ ختم ہو گیا، اور باہر سے منگوانے کا بھی کوئی بندوبست نہ ہو سکا، تو بنو ہاشم کی حالت قابلِ رحم ہو گئی، درجنوں بچے بھوک کے ہاتھوں چیخ چیخ کر ماؤں کی گود خالی کر گئے، بڑے بڑے کڑیل جوان سوکھ کر کانٹا بن گئے، ادھیڑ عمر کی صحت مند اور تندرست نفری نے بوڑھوں کی جگہ لے لی، اور بوڑھوں نے قبر کے گوشے میں جا پناہ لی۔ لیکن آفرین ہے بنو ہاشم پر، کہ انہوں نے جواں مردوں کی طرح ہر مشکل کا مقابلہ کیا۔ لیکن دشمن کے سامنے سر جھکایا، نہ اپنی آن پر حرف آنے دیا۔

حضور اکرمؐ کا سفر طائف

شعب ابی طالب کے تین سالہ مقاطعے نے دونوں طرف دلوں میں اتنی کدورت بھر دی تھی، کہ اٹھنا بیٹھنا تو رہا ایک طرف، ایک دوسرے سے آنکھیں چار کرنے کے بھی روادار نہ تھے، تبلیغ ایسا عمل ہے، کہ دو آدمیوں کے میل جول کے بغیر اس کی اور کوئی صورت نہیں۔ ناچار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ساتھ لیا، اور طائف کو روانہ ہو گئے۔ یہاں کے باشندے زیادہ تر خوش حال تھے۔ حضور اکرمؐ بنو عمیر کے ایک گھرانے میں جا ٹھہرے، یہ تین بھائی تھے۔ اور دولت مندی کی وجہ سے بااثر تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب سرداران قریش کو معلوم ہوا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے سلسلے میں طائف گئے ہیں، تو انہوں نے طائف والوں کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں ٹھہرنے اور تبلیغ دین کی اجازت دی۔ تو تمہاری مجلسی زندگی میں وہی عناد اور نفاق پیدا ہو جائے گا۔ جو ہمارے ہاں پیدا ہو چکا ہے، نیز ہمارے اور تمہارے درمیان جو عہد و پیمان ہیں، وہ ختم ہو جائیں گے، ایک روایت میں ہے۔ کہ طائف میں آپ کا

marfat.com
Marfat.com

قیام دس دن رہا۔ آپؐ خاموش تو نہیں بیٹھ سکتے تھے، لازماً تسلیم کرنا پڑے گا، کہ حضورؐ اس دوران میں طریقے سلیقے سے تبلیغ فرماتے رہے، اور لوگ صبر وسکون سے سنتے رہے، جب قریش نے انہیں ڈرایا دھمکایا، تو یک لخت ان کا موڈ بدل گیا حضور اکرمؐ پر اتنی سنگ باری کی، کہ آپؐ کے جوتے خون سے بھر گئے، اور ایسی حالت میں شہر چھوڑا، کہ حضورؐ سخت ہی دل گرفتہ اور پریشان تھے، عربوں میں مہمان کو ستانا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس ناشائستہ حرکت کی ذمہ داری زیادہ تر قریش پر عائد ہوتی ہے

ہجرت مدینہ

طائف کا افسوس ناک سانحہ آپؐ کو دسویں سالِ نبوی میں پیش آیا۔ قریش نے بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کر کے جس بے رحمی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کے پیش نظر اب کوئی صورت ایسی نہیں رہ گئی تھی۔ کہ حضور اکرمؐ پھران کی مجالس میں شریک ہوں۔ اور دین کی تبلیغ کریں۔ نیز شعب ابی طالب سے رہائی کے بعد جلدی ہی ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت ابوطالب فوت ہو گئے تھے جس سے کفارِ قریش کو کسی طرح کا کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے تبلیغ دین کے لئے آس پاس کے قبائل میں جانا شروع کر دیا، اسی طرح جب ایامِ حج میں دور دراز کے قبائل حج کی غرض سے مکے میں آتے، تو حضور اکرمؐ ان میں بھی تبلیغ فرماتے، اسی سلسلے میں آپؐ کی ملاقات مدینے کے دو قبیلوں کے بعض لوگوں سے جو زیارت کعبہ کے لئے آئے ہوئے تھے، ہو گئی، اور چپکے چپکے باہم یہ بات طے ہو گئی، کہ اگر حضور اکرمؐ ہجرت کر کے ان کے یہاں تشریف لے آئیں، تو وہ ہر طرح سے آپؐ کی امداد کریں گے۔ یہ سب لوگ ایمان لے آئے، اور حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکا ارادہ کر لیا، کہ اب آپؐ اس کفرستان میں نہیں رہیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

جب مسلمانوں کو آپؐ کے عندیے کا علم ہوا۔ تو انہوں نے بھی ایک ایک دو دو کر کے ہجرت کرنا شروع کر دی، اگرچہ یہ سب کچھ رازداری سے ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی کفارِ قریش کو ایک آدھ دن بعد جانے والوں کا پتہ چل جاتا۔ اس سے انہیں اندازہ ہو گیا، کہ حضور اکرمؐ بھی اب چند دن کے مہمان ہیں، اور وہ دن دور نہیں کہ آپؐ بھی چپکے سے نکل جائیں گے، اور انہیں اس وقت معلوم ہو گا، جب وہ آپؐ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے، جس دن حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے رخصت ہونا تھا۔ اس رات ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی آپؐ کے مکان کے اردگرد گھات میں چھپ کر بیٹھ گیا، تاکہ جب آپؐ بے خبری میں ان کے پاس سے گزریں، تو حملہ کر کے آپؐ کا کام تمام کر دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا کر گھر سے نکلے، اور حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر غار ثور میں جو مکے سے دو تین میل کے فاصلے پر تھا، جا کر چھپ رہے، اور جب تین دن کے بعد، کفارِ مکہ، ہاتھ پاؤں مار مار کر تھک گئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار سے نکل کر بہ مقام قبا پہنچ گئے، اور کفار دیکھتے رہ گئے۔

حضور اکرمؐ مدینے میں

جس دن آپؐ مکے سے رخصت ہوئے تھے۔ اہلِ مدینہ کو معلوم ہو گیا تھا اور وہ آپؐ کی تشریف آوری کے انتظار میں بے قرار رہنے لگے تھے، پہلے دو چار دن تو، جوں توں کر کے گزر گئے، لیکن جب ہفتہ عشرہ کے انتظار کے بعد بھی، ان کی آرزو پوری نہ ہوئی، تو شہریوں کا اضطراب انتہا کو پہنچ گیا، کام کاج سے فراغت کے بعد وہ شہر سے نکل کر باہر آ کر بیٹھ جاتے یا چھتوں پر چڑھ جاتے، اور مکے کی طرف منہ کر کے ٹکٹکی باندھے اس لکیر کو دیکھتے رہتے، جہاں زمین اور آسمان ملتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں، آخر اہل شہر کی آرزو پوری ہوئی، اور دور افق پر اونٹوں کا ایک مختصر سا قافلہ نمودار ہوا۔ جو مدینے کی طرف آرہا تھا۔ آناً فاناً یہ خبر پھیل گئی، اور سارا شہر اُمڈ کر باہر آ گیا۔ ہر شخص خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ ایک دوسرے کو مبارک دے رہے تھے اور یوں بغل گیر ہو رہے تھے، جیسا کہ عید کے بعد مساجد میں ہوتا ہے

یہودِ مدینہ سے معاہدہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے بھائی بندوں (قریشِ مکہ) کے بہت اچھے مزاج شناس تھے آپؐ جانتے تھے، کہ ہجرت کر کے بھی آپؐ قریش کے شر سے نہیں بچ سکیں گے، اور جب تک ان کے دم میں دم ہے، وہ آپؐ کو چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ مدینے میں قبیلہ اوس اور خزاج کے علاوہ یہود بھی تھے، جو تجارت پیشہ تھے۔ روپیہ سود پر دیتے، اور دگنے تگنے وصول کر لیتے۔ ہر چند وہ مدینے کے اصلی باشندے نہ تھے۔ اور اِدھر اُدھر سے ترکِ وطن کر کے یہاں آ گئے تھے۔ لیکن چونکہ ان کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔ اس لئے آس پاس کے عرب قبائل ان کے وبیل ہو کر رہ گئے تھے وہ اکثر عربوں کو آپس میں لڑاتے رہتے، تاکہ وہ متحد ہو کر ان کے مقابلے پر نہ آجائیں۔ قریش کے شر سے بچنے کے لئے حضور اکرمؐ نے آتے ہی اوس و خزرج میں صلح کرا دی، اور ان کی توجہ کو مہاجرین مکّہ کی بحالی کی طرف اس طرح مبذول فرما دیا کہ اس کے بعد بھول کر بھی انہیں لڑنے جھگڑنے کا خیال نہ آیا۔ آپؐ کو یہود کی شر پسند طبیعت اور ان کی مالی حیثیت کا صحیح اندازہ تھا۔ اس لئے آپؐ نے انہیں ایک تحریری معاہدے میں باندھ لینا چاہا، تاکہ کسی نازک موقعہ پر وہ کوئی شرارت نہ کر سکیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنِ تدبیر سے یہود کو اس بات پر آمادہ کر لیا، کہ ایک معاہدہ لکھ لیا جائے جس کی پابندی دونوں فریقوں پر لازمی ہو۔ معاہدے کی بعض شرائط کا ذکر مناسب

marfat.com
Marfat.com

معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ مقتولوں کے خون بہا اور غلاموں کے فدیے کے بارے میں، جو طریقہ پہلے سے رائج چلا آ رہا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

۲۔ یہود مکمل طور پر آزاد ہوں گے، اور ان کے رسم و رواج اور مذہبی عبادات میں قطعاً کوئی مداخلت نہ کی جائے گی۔

۳۔ مسلمان اور یہود باہم اتحاد اور اتفاق سے رہیں گے۔

۴۔ اگر دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کو کسی دشمن سے لڑنا پڑ گیا۔ تو دوسرا فریق اس کی امداد کرے گا۔

۵۔ اگر کبھی مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، تو یہود (بوجہ پرانے تعلقات کے) مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد نہیں کریں گے۔

۶۔ اگر قریش مکہ کے سوا کسی اور دشمن نے مدینے پر حملہ کیا، تو دونوں فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

۷۔ اگر ایک فریق دشمن سے صلح کرے گا، تو دوسرے فریق کو بھی اس کا ساتھ دینا پڑے گا۔

۸۔ اگر مسلمانوں اور یہود میں باہم کوئی جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ تو دونوں فریقوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم کرنا ہوگا۔

یہ تھا دستور، مدینہ کی ننھی سی شہری حکومت کا، جس کی بنیاد حضور اکرمؐ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی۔ جب دس برس کے بعد حضور اکرمؐ نے وفات پائی تو سارے عرب پر جس کا رقبہ چودہ لاکھ مربع میل تھا۔ مسلمانوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اور جب حضرت عمرؓ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا۔ تو اسلامی حکومت کی وسعت بائیس لاکھ مربع میل پر حاوی تھی۔

marfat.com
Marfat.com

کفارِ مکّہ کا چیلنج اہلِ مدینہ کو

حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خدشے کے پیشِ نظر ورودِ مدینہ کے فوراً بعد، یہود سے معاہدہ کیا تھا۔ وہ درست ثابت ہوا۔ جب مشرکینِ مکہ کو معلوم ہوا، کہ حضور اکرمؐ بہ خیر و عافیت مدینے پہنچ گئے ہیں، اہلِ مدینہ نے آپؐ کی تشریف آوری پر بڑی خوشی کا اظہار کیا ہے، یہود کے ساتھ، اس بات پہ معاہدہ ہو گیا ہے، کہ اگر کسی بیرونی دشمن نے مدینے پہ چڑھائی کی، تو مسلمان اور یہود مل کر شہر کا دفاع کریں گے تو وہ سخت فکر مند ہوئے، وہ جانتے تھے، کہ اگر مدینے میں مسلمانوں کے پاؤں جم گئے، تو وہ دن دور نہیں کہ وہ ہم سے اس بدسلوکی کا انتقام ضرور لیں گے جو گذشتہ تیرہ برسوں میں ہماری طرف سے ان کے ساتھ ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اہلِ مدینہ کو پھسلانا اور دھمکانا شروع کر دیا، اور وہاں کے کرتا دھرتا لوگوں کو کہلا بھیجا، کہ اگر تم مسلمانوں کو شہر بدر نہیں کرو گے، تو ہم تمہارے شہر پہ ایک ایسا جرار لشکر لے کر حملہ کریں گے، جو تمہاری اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ اگر تم اس تباہی اور رسوائی سے بچنا چاہتے ہو، تو مکّے کے بھگوڑوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمیت نکال باہر کرو، یہ خالی خولی دھمکی نہیں تھی، کعبے کے متولی ہونے کی وجہ سے، سارے عرب میں قریش کی دھاک بندھی ہوئی تھی۔ آس پاس کے قبائل ان کا لحاظ کرتے تھے، اور اگر وہ انہیں کسی کام کے لئے بلاتے، تو بلا تامل آ موجود ہوتے۔ قریش کا یہ پیغام یہود کو بھی ملا۔ اگرچہ وہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر کے اپنے ہاتھ باندھ چکے تھے۔ لیکن وعدہ کر کے مکر جانا، ان کے لئے مشکل نہ تھا۔ قریش نے دھمکی کے ساتھ انعام کا لالچ بھی دیا تھا۔ مسلمانوں کے آنے سے پہلے مدینے میں عبداللہ بن اُبَیّ کا بڑا رسوخ تھا۔ اور اہلِ مدینہ اس کی تاج پوشی کرنے والے تھے کہ حضور اکرمؐ

marfat.com
Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے یہ موقعہ ٹل گیا، جس سے عبداللہ بن اُبی کو سخت رنج پہنچا۔ قریش کے چیلنج سے اس کے دل کا زخم تازہ ہو گیا، اسے یہود کی بد دلی کا بھی علم تھا، چنانچہ خفیہ طور پر یہ سازش تیار کر لی گئی، کہ تاک میں رہو۔ اور جہاں موقعہ ملے آپ کا کام تمام کر دو۔ مدینہ چھوٹی سی بستی تھی، دو آدمیوں میں کانا پھوسی بھی ہوتی، تو کسی نہ کسی کان میں بھنک پڑ ہی جاتی۔ مسلمانوں کو بھی پتہ چل گیا۔ اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے پہرے کا بندوبست کر لیا۔ رات کو حسبِ ضرورت ایک یا ایک سے زیادہ مسلح آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر متعین ہوتے، چونکہ مدینے میں ابھی تک باقاعدہ حکومت نہیں بنی تھی، نہ پولیس تھی نہ فوج، ڈرتے کس سے، اس لئے جو جی میں آتا کر بیٹھتے، ایسے ہی خطروں سے بچنے کے لئے دن کو بھی حضورؐ کی حفاظت سے غفلت نہیں برتی جا سکتی تھی۔ یہ انتظام اس وقت ختم کر دیا گیا، جب قرآنِ حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (ہم آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھیں گے)

غزوۂ بدر

ایک سال اسی طرح کی بے چینی اور کش مکش میں گزر گیا۔ کفارِ مکہ، مدینے میں مسلمانوں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر پیچ و تاب کھا رہے تھے، اور صبح و شام اسی فکر میں رہتے، کہ موقعہ ملے، تو مسلمانوں کو کچا چبا کر کھا جائیں۔ اسی غرض کے لئے ابوسفیان ایک بڑا تجارتی قافلہ لئے شام سے واپس آ رہا تھا جس میں وہ اسلحہ بھی تھا، جو کفارِ مکہ کو مدینہ پر حملے کے لئے درکار تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا۔ تو آپ نے ضروری سمجھا، کہ قافلے کو روکا جائے، تاکہ ہتھیار قریش تک نہ پہنچنے پائیں۔ چنانچہ حضورؐ اکرم ۳۱۳ جانبازوں کا لشکر لے کر مدینے سے نکلے۔ ابوسفیان کو بھی مسلمانوں کے ارادے کا علم

marfat.com
Marfat.com

ہو چکا تھا۔ قافلے میں تین سو اونٹ تھے، جن پہ لاکھوں روپوں کا سامان لدا تھا۔ یہ سالارِ قافلہ کا فرض تھا۔ کہ وہ قافلے کو بہ حفاظت اس جھمیلے سے نکال لے جائے۔ اس نے شاہراہ سے ہٹ کر قافلے کو اس راستے پر ڈال دیا۔ جو ساحلِ سمندر کے ساتھ تھا۔ اور یوں قافلے کو بچا لے گیا۔

ادھر مکے والوں کو بھی معلوم ہو گیا تھا، کہ مسلمان ابوسفیان کے قافلے کو روکنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں، وہ بھی تیار ہو کر نکلے اور ایک ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر بہ مقام بدر پہنچ گئے۔ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا، عجب سماں تھا بھائی بھائی کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف صف آرا تھا اور نسلی اور خاندانی رشتے، دینی اور اسلامی رشتوں کے سامنے اپنی اہمیت کھو بیٹھے تھے۔ جنگ شروع ہوئی، تو ایسا گھمسان کا رن پڑا۔ کہ دو ڈھائی گھنٹوں کے اندر اندر ہی کفارِ قریش کے بڑے بڑے سردار جن کی تعداد ستر تھی، مارے گئے، جن میں ابوجہل اور عتبہ، سردارِ لشکر، بھی شامل تھے اتنے ہی آدمی پکڑ لئے گئے، جو بچے وہ بھاگ گئے۔ جب مکے میں یہ دہشت ناک خبر پہنچی، تو گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ عورتیں آہ و زاری کر رہی تھیں، تو مرد ندامت اور شرم سے سر جھکائے بیٹھے تھے غرور کا سر نیچا، بے سروسامان مسلمانوں نے جن کے پاس نہ تلواریں پوری تھیں، اور نہ نیزے، اپنی قوتِ ایمانی کے زور سے کفار کی ساری اکڑفوں ختم کر کے رکھ دی تھی۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے: كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ (اور کتنے ہی چھوٹے گروہ بڑے گروہوں پر اللہ کے حکم سے غالب رہے) یہ غزوہ ۲ھ میں پیش آیا۔

مسلمانوں کی اس غیر متوقع فتح سے سارے عرب کے کان کھڑے ہو گئے اس معرکے سے پہلے سارا عرب قریش کے دبدبے سے خم کھاتا تھا۔ اور ان کے غرور کا یہ عالم تھا کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے، انہیں صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر انہوں نے

marfat.com
Marfat.com

جلد از جلد مسلمانوں سے انتقام نہ لیا، انہیں آئندہ کسی جنگ میں پھر شکست ہوگئی تو وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔

غزوۂ احد

بدر کی شکست سے قریش مکہ کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی اور ان کے دن رات اس سوچ میں گزر رہے تھے، کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو، کہ وہ مسلمانوں کو ایسی ہی ذلت آمیز شکست دیں جیسی کہ انہیں میدانِ بدر میں پیش آئی تھی۔ مردوں سے زیادہ عورتوں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکی ہوئی تھی، کیونکہ غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے ان میں سے کسی کے بھائی، کسی کے شوہر اور کسی کے باپ تھے، اور یہ اتنا بڑا حادثہ تھا، جس نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔

بڑے بڑے سردارانِ قریش کے قتل ہو جانے کے بعد، اب سب لوگوں کی نظریں، ابوسفیان پر لگی ہوئی تھیں۔ جب تیاری مکمل ہو چکی، تو ابوسفیان تین ہزار آدمی لے کر مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا، اور احد پہاڑ کے پاس آکر اتر پڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لشکرِ قریش کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ آپؐ بھی ایک ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر احد کی طرف روانہ ہوئے۔ شہر سے باہر نکلے، تو عبداللہ بن اُبی، اس بہانے اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ کہ کھلے میدانوں میں لڑنے کی بجائے۔ شہر کی گلیوں اور مکانوں کی چھتوں پر سے دشمن پر تیر اندازی زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے۔ اسے سمجھانے کی کوشش کی گئی، لیکن وہ نہ مانا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سو صحابہ کو ایسے طریقے سے کھڑا کیا، کہ ان کی پیٹھ پہاڑ کی طرف تھی۔ اس سے مسلمانوں کو پیچھے کی طرف سے، دشمن کے حملے کا

marfat.com
Marfat.com

کوئی خطرہ نہ رہا۔ چونکہ درے کی راہ سے دشمن کے حملے کا احتمال تھا۔ اس لئے آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کے ایک دستے پر، حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو متعین فرما کر، درے کے سرے پر کھڑا کر دیا، اور واضح طور پر سمجھا دیا، کہ تمہارا کام اس درے کی حفاظت ہے۔ ہمیں میدانِ جنگ میں جو صورت بھی پیش آئے۔ فتح ہو یا شکست۔ تم لوگ یہاں سے ہرگز نہیں ہلو گے۔

جب لڑائی چھڑ گئی تو اسلامی لشکر کی طرف سے، حضرت علی، حضرت حمزہ اور حضرت ابودجانہ نے مشرکین کو مولی گاجر کی طرح کاٹنا شروع کر دیا، جو سامنے آیا ڈھیر ہو گیا، زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ قریش مکہ کے پاؤں اکھڑ گئے، اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے تھوڑے سے فاصلے تک ان کا پیچھا کیا۔ لیکن یہ جان کر، کہ اب ان کے قدم نہیں جم سکیں گے۔ مسلمان لوٹ کر مالِ غنیمت پر جھپٹ پڑے۔

ان کی دیکھا دیکھی تیر اندازوں کے دستے نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی، حضرت عبداللہ بن جبیر نے انہیں سختی سے روکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ یاد دلائے لیکن پچاس میں سے صرف سات آدمی ان کے ساتھ رہ گئے۔ کفار کے بھاگتے لشکر نے مڑ کر دیکھا، تو مسلمانوں کو مالِ غنیمت کی لوٹ میں ایسا منہمک پایا، کہ انہیں اور کسی بات کا ہوش ہی نہ تھا۔ ابوسفیان بڑا ہوشیار اور کایاں آدمی تھا۔ اس نے موقعہ کی نزاکت سے فائدہ اٹھایا، اور لشکر کو لوٹا کر مسلمانوں کو اچانک جا لیا۔ خالد بن ولید جو گھڑ سواروں کے ایک دستے کی کمان پر متعین تھے۔ پہاڑی کا چکر کاٹ کر درے کے سرے پر پہنچ گئے، ہر چند حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے باقیماندہ ساتھیوں نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا، لیکن سات آٹھ آدمیوں کی بساط ہی کیا تھی۔ سب شہید ہو گئے۔

اب مسلمان دونوں طرف سے کفار کے نرغے میں تھے، انہیں اس وقت پتہ چلا، جب دشمن کی تلواریں سروں پر برسنے لگیں، بوکھلا اٹھے، دشمن سے تو کیا لڑتے، اپنے

marfat.com

Marfat.com

بچاؤ کے قابل بھی نہ رہے۔ تمام بڑے بڑے جانباز جن میں حضرت حمزہ اور حضرت ابو دجانہ بھی شامل تھے شہید ہو گئے، حضرت حمزہ کو وحشی نامی ایک حبشی نے، چھوٹا نیزہ پھینک کر شہید کیا تھا۔ جب ابوسفیان کی بیوی ہندہ کو ان کی شہادت کا علم ہوا، تو اس خونخوار عورت نے جناب حمزہ کا سینہ چیرا، دل کو نکال کر چبایا اور تھوک دیا۔ اس پر بھی غصہ نہ مٹا، تو ناک، کان اور ہونٹ بھی کاٹ لئے، شہیدوں کی تعداد ستر تھی، اتنے ہی مسلمان گرفتار بھی ہو گئے تھے۔ گویا کفار کی طرف سے یہ بدر کی شکست کا عین بعین جواب تھا۔ اس جنگ میں تکلیف دہ پہلو یہ تھا۔ کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے تھے، اور آپ کے دو دانت بھی شہید ہو گئے تھے۔ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے، کہ اسلامی لشکر کی اس شکست کی بڑی وجہ ان لوگوں کی حکم عدولی تھی جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر کی کمان میں درے کی حفاظت کے لئے مقرر فرماتے ہوئے، ان الفاظ میں یہ تاکیدی حکم دیا تھا، کہ اگر بالفرض میدان جنگ میں گدھ ہماری بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا رہے ہوں۔ جب بھی تم اپنی جگہ سے نہیں ہلو گے۔ نیز اسلامی لشکر کو چاہیئے تھا، کہ جب کفارِ قریش بھاگ کھڑے ہوئے تھے، تو اس وقت تک ان کا تعاقب جاری رکھتے، جب تک کہ وہ بالکل تتر بتر نہ ہو جاتے، کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ دشمن کو دھوکا دینے کی غرض سے فوج بھاگ کھڑی ہوتی ہے۔ اور تھوڑی دور جا کر پھر اکٹھی ہو جاتی ہے، اور دشمن کو غافل پا کر بے خبری میں چڑھ دوڑتی ہے اور شکست فتح میں بدل جاتی ہے۔

اس شکست کے بعد مدینے کا وہی حال تھا، جو آج سے ایک سال پیشتر بدر کی لڑائی کے بعد مکے میں ہوا تھا۔ گھر گھر ماتم بپا تھا۔ بڑے بڑے سورما تلوار کی گھاٹ اتر گئے تھے۔ ستر آدمیوں کا ایک ساتھ شہید ہو جانا اور ستر کا گرفتار ہو جانا معمولی حادثہ نہ تھا۔ مدینہ اجڑ گیا تھا۔ گلیاں سونی پڑی تھیں۔ ستر آدمیوں کو کفار کی قید سے

marfat.com

Marfat.com

چھڑانے کے لئے ہزاروں روپوں کی ضرورت تھی، یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کا بندوبست کرنا تھا۔ اور پھر فتح مند دشمن کے شر سے بچنے کی منصوبہ بندی بھی کرنا تھی۔ غرضیکہ اس ایک شکست سے مسائل کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

غزوۂ خندق

احد کی فتح نے ابوسفیان کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اب وہ اس سوچ میں پڑ گیا تھا، کہ اگر عرب قبائل کو اکسا کر ایک جرار لشکر تیار کر کے مدینے کا محاصرہ کر لیا جائے، اور یہودِ مدینہ کو مسلمانوں سے توڑ لیا جائے، تو احتمالِ غالب ہے، کہ ہم مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی تھی۔ لیکن عربوں کے تعصب میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ اور ان کے دلوں کی گہرائیوں میں اب بھی یہ خواہش پوری شدت کے ساتھ موجود تھی۔ کہ اگر مسلمانوں کے ختم کرنے کی کوئی سبیل نکل سکے۔ تو وہ اس میں شرکت سے ہرگز دریغ نہ کریں گے۔

احد سے واپسی پر ہی، ابوسفیان اپنے منصوبے کو کامیاب بنانے کے لئے، ادھیڑ بن میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس کے کارندے عرب قبائل میں پھیل گئے تھے، جو انہیں مسلمانوں کے خلاف اکساتے اور اس امر پر آمادہ کرتے، کہ وہ اسلام کا قلع قمع کرنے کے لئے ہمہ تن مستعد رہیں، اور جب انہیں مدینے پر حملے کے لئے طلب کیا جائے، تو وہ پوری شد و مد کے ساتھ اس مہم میں شریک ہوں، تاکہ اس خرخشے کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے۔ کم و بیش دو سال کی محنت کا نتیجہ یہ نکلا، کہ ابوسفیان اپنی لگاتار کوشش سے، آس پاس کے عرب قبائل کو مسلمانوں کے

marfat.com
Marfat.com

خلاف بھڑکانے میں کامیاب ہوگیا۔ اور ہجرت کے پانچویں سال، چھبیس ہزار آدمیوں پر مشتمل ایک لشکر لے کر مدینے پر حملہ آور ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ابوسفیان کی سرگرمیوں کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہ سے مدینے کو دشمن کی زد سے بچانے کے لئے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمارے یہاں ایران میں ایسی صورت پیش آئے، تو ہم شہر کے اردگرد خندق کھود لیتے ہیں جو کم و بیش دس فٹ گہری اور اتنی چوڑی ہوتی ہے کہ گھوڑا نہ چھلانگ سکے۔ مدینے کے ایک طرف باغات ہیں، ادھر سے تو حملہ ہو نہیں سکتا، تین طرف خندق کھود لی جائے، اور دشمن کو شہر کے قریب آنے ہی نہ دیا جائے۔"

تین ہزار صحابہ اس کام میں جت گئے۔ اور دشمن کے آنے سے پہلے ہی یہ عظیم کام مکمل ہوگیا۔ عرب میں خندق ایک نئی چیز تھی۔ عورتیں ایک مضبوط قلعے میں جمع کر دی گئی تھیں۔ تاکہ ان کی حفاظت کی طرف سے کوئی خدشہ نہ رہے۔ جب ابوسفیان کا لشکر وہاں پہنچا، تو کھائی کو درمیان میں دیکھ کر سٹ پٹا گیا۔ ابوسفیان نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے عام حملے کا حکم دیا۔ ایک طرف تین ہزار مسلمان تھے اور دوسری طرف چوبیس ہزار کفار تھے، جو پوری طرح تیار ہو کر آئے تھے اور جن میں عرب کے بڑے بڑے نامور بہادر شامل تھے۔ اگر درمیان میں کھائی نہ ہوتی تو مسلمانوں کو سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا۔ ایک دن عبدِ ود دس ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا، کھائی پھلانگ کر اندر آ گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ مقابلے کے لئے نکلے۔ عبدود نے تلوار کا ایسا وار کیا کہ حضرت علی کا خود کٹ گیا۔ اور پیشانی زخمی ہوگئی، مگر جب انہوں نے تلوار کا ہاتھ مارا، تو اس کا ایک بازو کٹ کر جسم سے علیٰحدہ ہو گیا، اور وہ گر پڑا، اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ عبدِ ود کی موت سے کفار کی فوج کے حوصلے پست ہو گئے، لیکن چونکہ وہ تعداد میں مسلمانوں سے اٹھ گنا زیادہ

marfat.com
Marfat.com

تھے، اس لئے تھوڑی سی پریشانی کے بعد، وہ مقابلے پر پھر سے ڈٹ گئے۔ اس لڑائی کے دوران میں ایک دن ایسا بھی آیا، کہ مسلمانوں کی چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ اور چونکہ دشمنوں نے مدینے کا محاصرہ کیا ہوا تھا، اور باہر سے کوئی چیز شہر میں نہیں آسکتی تھی، اس لئے اسلامی لشکر بری طرح قحط کی گرفت میں تھا۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن سے بھوکے تھے اور شکم پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ کہتے ہیں پیٹ میں روٹی نہ پڑے، تو ہر بات کھوٹی ہوتی ہے۔ مگر آفریں ہے مسلمانوں پر، کہ ایمان کی طاقت اور سچے جذبے کے زور پر چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے۔

اس بدبخت لڑائی کو شروع ہوئے مہینہ ہونے کو آیا تھا۔ اور اگرچہ خندق کی وجہ سے کفار مسلمانوں کو جانی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، لیکن وہ اتنا ضرور جانتے تھے، کہ شہر میں ہر چیز کا قحط ہے، اور اگر ہفتہ عشرہ تک محاصرہ اسی طرح جاری رہا۔ تو ساری شہری آبادی بھوک کے ہاتھوں نڈھال ہو کر خود کو دشمن کے حوالے کر دے گی علاوہ ازیں یہود کا ایک قبیلہ بنو قریظہ، جو مدینے کے ایک محلے میں رہتا تھا، خفیہ طور پر معاہدہ توڑ کر، کافروں سے مل گیا تھا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کی حالت حد درجہ مخدوش ہو چکی تھی۔ اور ظاہری آثار ایسے تھے، کہ اگر قدرت کی طرف سے اسلامی لشکر کو کوئی غیبی امداد نہ پہنچی، تو اس کے بچاؤ کی اور کوئی صورت باقی نہیں رہی ہے۔

یہ آخری دو چار دن، اسلامی لشکر پر بڑے بھاری تھے۔ ہاتھوں میں تیر و سنان تھے تو زبانوں پر اللہ کا ذکر تھا۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے دعائیہ الفاظ ورد زبان تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ ایک شام کو اس شدت کی آندھی آئی۔ کہ کفار کے خیمے اور جھونپڑیاں پہلے ریلے ہی میں اکھڑ گئیں۔ اونٹ اور گھوڑے بلبلا اٹھے، اور طوفان کی زد سے بچنے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے، جہاں حیوانات بے بس ہو جائیں، وہاں انسان بچارے کی

marfat.com
Marfat.com

کیا حیثیت ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے گھبراہٹ کے عالم میں سامان کچھ اٹھایا، اور کچھ وہیں چھوڑا۔ اور جان بچانے کی خاطر پاؤں سر پہ رکھ کر بھاگا، اور صحرا کی وسعتوں میں گم ہو گیا۔ جب طوفان تھما۔ تو ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا، خواب تھا، جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا۔

ابوسفیان کی مایوسی اور لشکرِ کفار کی افسردگی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اپنی کثرتِ تعداد کے بل بوتے پر خود اس نے اس کے چیلے چانٹوں نے کیسے کیسے ہوائی قلعے تعمیر کئے ہوں گے۔ کیسی کیسی دل فریب سکیمیں سوچی ہوں گی، اور کیسے کیسے خیالی پلاؤ پکائے ہوں گے۔ لیکن جب ٹھنڈے دل سے اپنی ایک ماہ کی کارگزاری کا جائزہ لیا ہو گا۔ تو یہ صد حسرت و یاس دیکھا ہو گا، کہ اس کے دامنِ مراد میں ناکامی اور نامرادی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ کون اندازہ کر سکتا ہے کہ اسے کتنا رنج ہوا ہو گا اور کتنا شدید صدمہ پہنچا ہو گا۔

صلح حدیبیہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ چھوڑے چھ برس گزر چکے تھے، مکہ آپ کا مولد تھا، جہاں حضورؐ نے زندگی کے پچاس سال بسر کئے تھے، یہیں آپ کی شادی ہوئی تھی، اور یہیں خدا نے آپ کو اولاد عطا کی تھی۔ نیز مکے میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیلؑ کی تعمیر کردہ وہ مقدس عمارت تھی جو سارے عرب کا قبلہ تھی۔ اور جہاں ہر سال، عربستان کے دور دراز گوشوں سے ہزاروں لوگ حج کے لئے آتے تھے۔ غزوۂ خندق کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں زیارتِ کعبہ کا خیال پیدا ہوا، تو صحابہ کرام کی ایک جماعت بھی، جس میں مہاجرین اور انصار کی مجموعی تعداد چودہ سو تھی، آپؐ کا ساتھ دینے کو تیار ہو گئی۔

marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں اور کفار قریش کے باہمی تعلقات نہایت خراب چلے آرہے تھے، لیکن جب سے جنگ خندق میں لشکرِ کفار کو ناکامی ہوئی تھی، دشمنی کی یہ آگ اور زیادہ بھڑک اٹھی تھی۔ چنانچہ جب سے قریشِ مکہ کو مسلمانوں کے ارادے کا علم ہوا تھا۔ وہ غصے سے سانپ کی طرح پیچ و تاب کھا رہے تھے اور انہوں نے دل میں ٹھان لی تھی۔ کہ خواہ کچھ ہو جائے۔ ہم مریں یا جئیں مسلمانوں کو کعبے کی زیارت کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریشِ مکہ کی ہٹ دھرمی اور ضد سے ناآشنا نہ تھے، اور آپؐ کو اس کا بھی اچھی طرح علم تھا کہ بحالاتِ موجودہ ان سے معقول اور شریفانہ سلوک کی امید رکھنا عبث ہے لیکن چونکہ حج کے ایام میں وہ لڑائی بھڑائی سے دست کش ہو جاتے تھے۔ اس لئے آپؐ اس خیال سے کھچے چلے آئے تھے ممکن ہے، وہ احترام حج کے پیشِ نظر مزاحم نہ ہوں لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا، کہ کفار مکہ لاؤ لشکر لئے کیل کانٹے سے لیس ہیں، اور مرنے مارنے پر تیار کھڑے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو قریشِ مکہ کے پاس یہ بتانے کے لئے روانہ کیا۔ کہ ہم صرف زیارتِ کعبہ کے لئے آئے ہیں، آپ سے لڑنا جھگڑنا مقصود نہیں۔ جس طرح آپ باقی لوگوں کو نہیں روک رہے، ہمیں بھی نہ روکیں، جب یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس ہوں گے، ہم بھی لوٹ جائیں گے

بات تو سیدھی سی تھی، لیکن قریشِ مکہ کو اس پر آمادہ کرنا آسان نہ تھا۔ انہوں نے حضرت عثمان کو روک لیا، جس سے ادھر مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی، کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ اس سے مسلمانوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، صاف نظر آرہا تھا، کہ اب لڑائی بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ حضور اکرمؐ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، اور فرمایا، "تم میں سے کون، اللہ کی رضا کے لئے میرے ہاتھ پر بیعت کرے گا" بلا تامل سب نے بیعت کر لی۔ (اسلام میں اس کو بیعت رضوان کا نام دیا گیا ہے) اتنے میں قریش

marfat.com
Marfat.com

مکہ کی طرف سے ایک شخص عروہ بن مسعود دریافتِ حال کے لئے آیا، حضورؐ نے فرمایا۔عروہ! حیف ہے قریش پر، کہ سوائے جنگ کے انہیں اور کوئی بات سوجھتی ہی نہیں، ہم صرف زیارت کعبہ کے لئے آئے ہیں، اس کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے ہاتھوں ہوئی تھی۔جو سارے عرب کے جدامجد ہیں۔جس طرح اس کی زیارت کا حق قریش مکہ کو حاصل ہے، وہی استحقاق ہمارا ہے قریش کو اس پر اچھی طرح سوچنا چاہیئے، اگر وہ اپنی ضد پر اسی طرح اڑے رہے، تو خدا کی قسم، میں اس وقت تک ان کا مقابلہ کروں گا۔جب تک میری گردن کندھوں سے علیحدہ نہیں ہو جاتی۔اور میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں اپنے دین کو کامیاب کرے گا۔"

عروہ یہ کہہ کر رخصت ہو گیا۔ کہ جو کچھ میں نے آپؐ کی زبانی سنا ہے۔میں اسے من وعن قریش کے کانوں تک پہنچا دوں گا۔جب قریش کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کا علم ہوا تو وہ ڈھیلے پڑ گئے، کیونکہ وہ سمجھ چکے تھے کہ چوٹ برابر کی ہے، اس پر انہوں نے سہیل بن عمرو کو جو ایک سلیم الفطرت اور صلح پسند آدمی تھا، اصلاحِ احوال کے لئے آپؐ کی خدمت میں بھیجا، لیکن یہ امر واضح طور پر اس کے ذہن نشین کر دیا، کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، ہم کسی حالت میں بھی اس سال مسلمانوں کو زیارت کعبہ کی اجازت نہ دیں گے۔

سہیل بن عمرو کا مشن حد درجہ مشکل تھا۔لیکن اس نے اپنے تدبر اور شیریں زبانی سے اس گتھی کو سلجھا لیا اور مندرجہ ذیل شرائط کے مطابق معاہدہ لکھ لیا گیا۔ جس پر دونوں فریقوں نے دستخط کر دیئے۔

۱۔ آئندہ دس برس تک جنگ نہ ہو گی۔

۲۔ دونوں فریقوں کو دوسرے عرب قبائل سے معاہدے کی اجازت ہو گی۔

marfat.com
Marfat.com

۳۔ مسلمانوں کو امسال عمرہ کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ وہ اگلے سال پھر اسی موقعہ پر زیارت کعبہ کے لئے آئیں گے۔ ہم تین دن کے لئے مکے سے باہر چلے جائیں گے، اور انہیں یہاں تین دن ٹھہرنے کی اجازت ہو گی۔

۴۔ وہ ہتھیار باندھ کر نہیں آئیں گے، صرف تلوار کی اجازت ہو گی۔ جو نیام میں ہو گی، اور نیام پر کپڑا لپٹا ہو گا۔

۵۔ اگر ہمارا کوئی آدمی ان کے پاس چلا گیا، تو اسے واپس کرنا ہو گا۔ اور اگر ان کا کوئی آدمی ہمارے پاس آ گیا۔ تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے۔

جب مسلمانوں کو ان شرائط کا علم ہوا۔ تو چونکہ ظاہری طور پر وہ کفارِ مکہ کے حق میں تھیں۔ اس لئے وہ سخت بد دل ہوئے، بالخصوص حضرت عمر تو اتنے پریشان ہوئے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔ حضورؐ اپنے ساتھیوں کے نہایت اعلیٰ مزاج شناس تھے فرمایا، "عمرؓ میں اللہ کا پیغمبر ہوں، اور یہ سب کچھ اسی کی مرضی سے ہو رہا ہے ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد بولنے کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی، لیکن دلوں کا اضطراب تھا، کہ گھٹنے کی بجائے بڑھتا جا رہا تھا صحابہ کرام کی یہ جماعت ان جانبازوں پر مشتمل تھی، جن کی زندگیاں لڑتے بھڑتے گزری تھیں، اور جنہوں نے کسی میدان میں پیٹھ نہیں دکھائی تھی، آج اس معاہدے کی ہر شرط ان کی مجاہدانہ ماضی کا منہ چڑا رہی تھی، مگر خدا اور رسول کی مرضی کے سامنے ان کے ہاتھ پاؤں شل تھے، اور زبانیں گنگ تھیں، آخر جب قرآنِ حکیم نے اس معاہدے کو "فتح مبین" کہا۔ تو کسی قدر دلوں کا اضطراب کم ہوا۔ لیکن پھر بھی ان کی ملی عصبیت ماننے کا نام نہیں لیتی تھی۔ آخر جب کچھ عرصے کے بعد باہمی آمد و رفت شروع ہوئی، کفار کو مسلمانوں کے اخلاق و عادات کا علم ہوا، اور وہ از خود کفر سے تائب ہو کر دائرۂ

marfat.com
Marfat.com

اسلام میں شامل ہونے لگ گئے، اور پھر جب آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا تو عام مسلمانوں پر اس وقت "فتح مبین" کی حقیقت آشکارا ہوئی۔ اور اپنی غلطی کا صحیح احساس ہوا۔

اس عہد کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت

صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو، قریشِ مکہ کی طرف سے حملے کا کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ نیز گذشتہ چھ سات برس کی کشمکش سے اسلام کے بازوؤں میں اتنا کس بل پیدا ہو گیا تھا۔ کہ وہ مخالفوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹھسے سے اپنی بات کہہ سکتے۔ سات ہجری کا واقعہ ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے فرمایا اے اہل ایمان! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تمام دنیا کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں اب وقت آگیا ہے کہ اسلام کا پیغام قرب و جوار کے بادشاہوں کو بھی پہنچایا جائے۔ اور انہیں اس دین کی تعلیمات کو ماننے کی دعوت دی جائے۔ عرب کے شمال اور مشرق میں قیصر اور کسریٰ کی حکومتیں تھیں۔ قیصر عیسائی تھا۔ اور کسریٰ مجوسی (آتش پرست)، حضور اکرمؐ نے دونوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دی اور لکھا کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور مجھے تمام دنیا کو دین اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اگر تم اس دعوت کو قبول کر لو، تو اس میں تمہاری اور تمہاری قوم کی دین و دنیا کی بھلائی ہو گی۔ لیکن اگر تم انکار کرو گے، تو خدائی مذہب کا تو کچھ نہیں بگڑے گا۔ تم اپنی دنیا اور عاقبت خراب کر لو گے۔

قیصر ان دنوں بیت المقدس کی زیارت کو آیا ہوا تھا۔ جب اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوتی رقعہ ملا، تو وہ چونک اٹھا۔ اس نے حکم دیا۔ کہ اگر کوئی آدمی قریشِ مکہ سے بغرض تجارت آیا ہوا ہو، تو اسے تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ۔ اتفاق سے سرکاری ہرکارے کی ملاقات ابوسفیان سے ہو گئی۔ جو اسے شاہی دربار

marfat.com
Marfat.com

میں سے آیا۔ ہرچند ابوسفیان اسلام کا سخت دشمن تھا، لیکن قیصر کے سوالات کے جوابات میں اس نے کوئی غلط بیانی نہ کی۔ جس سے اسے یقین ہوگیا۔ کہ خط لکھوانے والا بلاشبہ وہ آخری پیغمبر ہے، جس کی آمد کا ذکر توریت اور انجیل میں آیا ہے چنانچہ اس نے سرِعام اس کا اقرار کیا، اور کہا، کہ اگر ممکن ہوتا، تو میں ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ جو پادری دربار میں موجود تھے، وہ بادشاہ کی راست گوئی سے تلملا اٹھے بادشاہ کو دربار برخاست کرنا پڑا۔ تاکہ کوئی بدمزگی نہ پیدا ہو۔

دوسرا دعوتی رقعہ شاہِ ایران خسرو پرویز کے نام تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ خط مکہ کے ایک باشندے نے لکھا ہے تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے خط لانے والے کو بلا کر کہا۔ کہ اگر سفیر کو قتل کرنا معیوب نہ ہوتا، تو میں جلاد کو حکم دیتا، کہ وہ تمہارا سر کاٹ دے، تم فوراً میرے ملک سے نکل جاؤ، اگر پھر تم میں سے کسی نے ادھر کا رُخ کیا، تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا، اس کے بعد اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پھاڑ کر پھینک دیا۔

ان کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی، شاہِ حبشہ، مقوقس عزیز مصر اور رئیس یمامہ کے علاوہ بعض اور چھوٹے موٹے علاقوں کے سربراہوں کو بھی خطوط تحریر فرمائے، نجاشی نے بہ طیبِ خاطر اسلام قبول کر لیا۔ مقوقس نے کچھ تحائف بھیج کر غور و خوض کے لئے کچھ وقت مانگا۔ رئیس یمامہ بھی آئیں بائیں کر کے بات ٹال گیا۔

غزوۂ خیبر

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں تشریف لائے تھے، تو یہاں یہود کے تین قبائل، بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ بھی آباد تھے اس خیال سے کہ مدنی معاشرے میں کوئی ناہمواری نہ پیدا ہو۔ حضور اکرمؐ نے یہود سے

marfat.com
Marfat.com

ایک معاہدہ کرکے انہیں پابند کر دیا تھا، تاکہ وہ قریشِ مکہ کے بہکاوے میں آکر کوئی الجھن نہ پیدا کریں۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد ہی یہود نے اپنا رویہ بدل لیا۔ اور مخالفین کے اکسانے پر مسلمانوں کے لئے وبالِ جان بن گئے۔ اس لئے آپؐ کو ناچار ان کے خلاف تعزیری اقدامات کرنا پڑے۔ پہلے بنو قینقاع کو اور پھر بنو نضیر کو ملک بدر ہونا پڑا۔ غزوۂ خندق تک بنو قریظہ کا رویہ ٹھیک ٹھاک رہا۔ لیکن اس جنگ کے دوران میں، وہ غداری کرکے ایسے وقت میں دشمن سے مل گئے، جب مسلمان موت و حیات کے دوراہے پر کھڑے تھے۔ چنانچہ اختتامِ جنگ پر حضور اکرمؐ نے ان کی بستی کا محاصرہ کر لیا۔ اور جب لاچار ہو کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے، تو خود ان کے پسند کردہ ثالث کے فیصلے کے مطابق۔ ان کی عورتیں اور بچے غلام بنا لئے گئے اور ان کے مرد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور یوں اس شر پسند قوم سے زمین کے اس ٹکڑے کو امان مل گئی۔ جس نے اپنی آمد سے لے کر اب تک یہاں کے باشندوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔

خیبر، جو مدینے سے شام کی طرف تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر واقع تھا، یہود کا گڑھ تھا۔ اور جب بنو قینقاع اور بنو نضیر، وطن سے بے وطن ہوئے تھے، تو ان میں بہت سے لوگ یہیں آکر آباد ہو گئے تھے۔ خیبر کے یہود مسلمانوں کی ترقی کی خبریں سن سن کر پہلے ہی متوحش ہو رہے تھے، اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت اور عناد پیدا ہو گیا تھا۔ ان ناخواندہ مہمانوں کی لگائی بجھائی سے وہ سلگتی چنگاری بھڑک کر الاؤ بن گئی، اور انہوں نے پورے شد و مد سے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے ارادوں کا علم ہوا۔ تو آپؐ نے سولہ سو صحابہ کے ساتھ جن میں دو سو سوار بھی شامل تھے۔ خیبر پر حملے کے لئے کوچ کیا۔ خیبر میں کم و بیش دس قلعے تھے۔ جن کی مضبوطی پر یہود کو بڑا گھمنڈ تھا۔ ان

marfat.com
Marfat.com

قلعہ جات میں دس ہزار سپاہی ہر وقت موجود رہتے۔ انہی سرفروشوں میں مرحب نامی ایک پہلوان بھی تھا۔ جسے ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا، اور جس پہ یہود کو بڑا ناز تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں خیبر کے نواح میں پہنچے، کہ سارا شہر خوابِ خرگوش میں پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ حضورؐ چاہتے، تو شب خون کا موقعہ تھا۔ لیکن آپؐ نے بے خبری میں حملہ آور ہونا مناسب نہ سمجھا۔ صبح ہوئی، تو یہود کو اسلامی لشکر کی آمد کا علم ہو گیا، لڑائی شروع ہوئی، تو خیبر کے قلعے ایک ایک کر کے فتح ہوتے چلے گئے۔ ایک قلعہ جو سب سے مضبوط تر تھا اور جس کی کمان مرحب کے ہاتھ میں تھی، باوجود پوری کوشش کے فتح نہ ہو سکا۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ میں کل اسلامی لشکر کی کمان اس شخص کے سپرد کروں گا۔ جو اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ رات بھر یہ خواہش ہر آدمی کے دل میں مچلتی رہی۔ لیکن صبح ہوئی، تو آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو طلب فرمایا اور اگرچہ انہیں آشوبِ چشم کی شکایت تھی۔ لیکن آپ نے علم ان کے سپرد کر دیا۔ حضرت علی آگے بڑھے، تو مرحب مقابلے کے لئے باہر نکل آیا۔ آپ نے اس کے سر پہ ایسا زبردست وار کیا، کہ تلوار اس کے خود کو کاٹ کر اس کے جبڑے تک پہنچ گئی۔ گرا، اور مر گیا، اس دروازے کی مضبوطی نے قلعے کو بچایا ہوا تھا۔ حضرت علی نے ایسا جھٹکا دیا کہ دروازہ دیوار سے علیحدہ ہو گیا یہ آخری رکاوٹ تھی، دور ہو گئی، تو یہود نے ہتھیار ڈال دیئے، اور خیبر اسلامی مقبوضات میں شامل ہو گیا۔

فتح مکہ

اگرچہ معاہدۂ حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ یہ معاہدہ دس سال تک نافذ رہے گا۔ لیکن یہ مشکل ایک سال ہی گزرنے پایا تھا، کہ قریش کی نیت بدل گئی اور

marfat.com
Marfat.com

انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ چونکہ ہم نے معاہدہ حدیبیہ کو منسوخ کر دیا ہے، اس لئے ہم پر اس کی شرائط کی پابندی لازمی نہیں ہوگی۔ بنو خزاعہ ایک بدوی قبیلہ تھا۔ انہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا، کہ صلح اور جنگ میں وہ ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ انہیں دنوں یہ قبیلہ زیارتِ کعبہ کے لئے مکے آیا۔ قریش کو موقعہ مل گیا اور انہوں نے بنو خزاعہ کے کچھ آدمی قتل کر دیئے وہ مدد کے لئے حضور اکرمؐ کے پاس مدینے جا پہنچے۔ اور عربوں کی رسم کے مطابق، مسجد نبوی کے باہر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طالبِ امداد ہوئے۔ آپؐ کو قریش کی اس زیادتی پر بڑا غصہ آیا۔ اور انہیں کہلا بھیجا۔ کہ وہ اس قبیلے کے جانی اور مالی نقصان کی تلافی کریں۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کا حلیف ہے، اور جب وہ زیارت کعبہ کو گئے تھے۔ تو انہیں منسوخیِ معاہدہ کا کوئی علم نہیں تھا۔ لیکن قریش نے آپؐ کے مشورے پر کوئی دھیان نہ دیا۔

عربی رسم و رواج کی رو سے حلیف قبیلے کی امداد ایسا معاشرتی فریضہ تھا جس سے آنکھ چرانا، خود کو تمام عربوں کی آنکھوں سے گرانے کے مترادف تھا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ اس دوران میں قریشِ مکہ کو اپنی جلد بازی پر ندامت ہوئی اور انہوں نے ابوسفیان کو فوراً مدینے روانہ کیا، کہ جس طرح بھی ہو سکے، معاہدے کو بحال کرانے کی کوشش کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے پر حملے کا جو حکم دیا تھا۔ کس کی مجال تھی۔ کہ اس کے بارے میں کوئی شخص زبان سے ایک لفظ بھی نکال سکے۔ ابوسفیان نے بہت زور مارا، اپنی سی ہر کوشش کو دیکھی۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اسے تو اتنا بھی معلوم نہ ہو سکا کہ حضورؐ کا منشا کیا ہے، ناچار، ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔

جب ابوسفیان نے واپس جا کر اپنے مشن کی ناکامی کی تفصیل بیان کی۔ تو کفار

marfat.com

Marfat.com

ملکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کو بھانپ گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ چند دنوں کے اندر ہی مکے پر مسلمانوں کا حملہ ہونے کو ہے۔ ہر چند لڑنے بھڑنے میں وہ پھسڈی نہ تھے، بدر میں پٹے تھے، تو احد میں بدلہ لینے میں کامیاب بھی ہو گئے تھے اور اس لحاظ سے دونوں پلڑے ابھی برابر تھے، لیکن نہ معلوم کیوں، اب کے بار ان کے حوصلے، ارادوں کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔ اگر کچھ ایسے تھے جو اپنی آن پر مر مٹنے کو ایک کھیل جانتے تھے، تو ایسے مصلحت اندیشوں کی کمی بھی نہ تھی، جنہیں اس خونیں تماشے میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔

جب اسلامی لشکر، اپنے حلیفوں کے ساتھ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں مدینے سے روانہ ہوا، تو ان کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ مکے والوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ اسلامی سپاہ منزلیں مارتی آ رہی ہے۔ لیکن قریش کی بدحواسی کا یہ عالم تھا۔ کہ کوئی تدبیر ہی نہیں آتی تھی۔ بڑے بڑے تیس مار خان، جو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ بھیگی بلی کی طرح چھپتے پھرتے تھے، ایک رات ابوسفیان مکے کے قرب و جوار میں اسلامی لشکر کی ٹوہ میں گھومتا پھرتا تھا، کہ حضرتِ عباس سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ پاس ہی اسلامی سپاہ اتری ہوئی تھی، ہر خیمے کے سامنے آگ روشن تھی، اور رات کے اندھیرے میں یہ منظر کچھ زیادہ ہی ڈراؤنا معلوم ہوتا تھا۔

حضرت عباس، ابوسفیان کو حضور اکرمؐ کے خیمے میں لے گئے حضرت عباس کی ترغیب پر وہ مسلمان ہو گیا، اور متاعِ حیات کو بچا لے گیا۔ دوسرے دن جب مکے پر چڑھائی ہوئی، تو چند سر پھروں کے سوا کسی کو بھی مقابلے کا حوصلہ نہ پڑا، اور تھوڑی سی دیر میں شہر فتح ہو گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے سے بتوں کو نکالنے اور توڑ پھینکنے کا حکم صادر فرمایا۔ کعبے کے آگے پیچھے یا ہر صحن میں ہر طرف سینکڑوں بت رکھے تھے، انہیں بھی

marfat.com

Marfat.com

توڑ پھوڑ کر پھینک دیا گیا، کعبے کی دیواریں تصویروں سے اٹی ہوئی تھیں، انہیں پانی سے دھو دیا گیا، یا کھرچ دیا گیا، اور جب یہ سب کچھ ہو چکا، تو حضرت بلال کو حکم ہوا کہ کعبے کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہیں، ماہِ رمضان کے مبارک مہینے میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی اِس مقدس یادگار میں کئی صدیوں کے بعد اللہ اکبر کی آواز سنی گئی، جاء الحق و ذھق الباطل سان الباطل کان ذھوقا

عربوں میں یہ دستور تھا، کہ جو قبیلہ لڑائی میں مغلوب ہو جاتا، اس کا سارا مال و متاع مع بکریوں اور اونٹوں کے مالِ غنیمت شمار ہوتا۔ مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈی بنا لیا جاتا، اور نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو بیچ دیا جاتا۔ اس زمانے میں انسانوں کی خرید و فروخت کی اسی طرح منڈیاں لگتی تھیں، جیسا کہ اس زمانے میں مویشیوں کی منڈیاں لگتی ہیں۔ اور ان میں خرید و فروخت ہوتی ہے۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حرم کعبہ کو بتوں سے خالی کر چکے، تو آپ کعبے کی دہلیز پر، جو صحن سے کافی بلندی پر تھی، آ کھڑے ہوئے۔ تمام سرداران قریش سر جھکائے کھڑے تھے، ان میں وہ لوگ بھی موجود تھے۔ جنہوں نے مسلمانوں سے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی تھی اور انہیں مجبوراً اپنے گھروں کو چھوڑ کر مدینے میں پناہ لینا پڑی تھی۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ بیتی تھی وہ اوراق گذشتہ میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس تاریخی پس منظر اور قبائلی رسم و رواج کی روشنی میں وہ صدر جہ متوحش ہوں گے کہ معلوم ان کا کیا حشر ہونے والا ہے، قیامت کے اس سناٹے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے سرداران قریش! کیا تمہیں علم ہے، کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں"، سب نے بیک زبان عرض کیا: "ہمیں آپ سے بھلائی اور حسنِ سلوک ہی کی توقع ہے۔ کیونکہ آپ نیک دل بھائی ہیں اور نیک دل بھائی کے خلف الصدق ہیں"، آپؐ نے سنا تو فرمایا، جاؤ! تم سب آزاد ہو، میری

marfat.com

Marfat.com

طرف سے تم پر نہ کوئی پابندی ہے اور نہ بازپرس"۔

لڑائی بھڑائی انسانوں کا دل پسند مشغلہ رہا ہے۔ جب ایک دفعہ یہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو اس وقت تک نہیں رکتا، جب تک کہ دشمن ختم نہ ہو جائے، یا ہار نہ مان لے۔ اوراق تاریخ میں ان تمام مظالم کا ریکارڈ محفوظ ہے، جو انسانوں نے اپنے بھائی بندوں پر روا رکھے۔ ہزارہا انسانوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں لنج منج بنا دیا گیا، کھال اتار دی گئی، زبانیں کاٹ دی گئیں۔ سروں کے مینار بنائے گئے۔ جنگی قیدیوں کو وحشی درندوں سے لڑایا گیا۔ پیٹ چاک کر دیئے۔ آنکھیں نکال دی گئیں۔ غرضیکہ انسانوں پر ایسے ایسے ستم ڈھائے گئے کہ زمین و آسمان تھرا اٹھے۔ سکندر، چنگیز، ہلاکو، تیمور، نادر شاہ، ہٹلر اور اسی قماش کے دوسرے فاتح اپنی سفاکیوں اور درندگیوں کی وجہ سے ننگ انسانیت شمار ہوتے ہیں نوشیروان کا نام کس نے نہیں سنا۔ اسے عادل لکھتے لکھتے مورخوں کے قلم گھس گئے ہیں۔ لیکن اس کے "عدل" کا یہ حال تھا، کہ جب تخت نشین ہوا تو اپنے بھائیوں، بھتیجوں اور قریبی رشتہ داروں کو مروا دیا۔ مزدک کے پیروکاروں کو جن کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی، دھوکے سے قتل کرا دیا۔ اور جب انطاکیہ فتح کیا، تو ستر ہزار انسانوں کو اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرتِ انسان کی قبا چاک

ان فاتحین کی خوں آشامیوں کے مقابلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا کارنامہ حسنِ سلوک، صلہ رحمی، رافت و شفقت، انسان دوستی اور دشمن نوازی کا ایسا شاہکار ہے، جس کی مثال ساری تاریخ انسانیت میں نہیں مل سکتی۔

---

marfat.com
Marfat.com

غزوۂ حنین

قریش اور بنو ہوازن میں پرانی مخاصمت چلی آ رہی تھی۔ جب مکے کی فتح کی خبر بنو ہوازن کو پہنچی۔ تو انہیں بڑی مسرت ہوئی، کہ قریش کی شکست ان کی فتح تھی۔ سوچا کہ مسلمان ابھی ابھی آئے ہیں۔ اگرچہ قریش مسلمانوں کے سامنے جھک گئے ہیں لیکن دلوں میں کدورتیں باقی ہیں، اگر وہ دکھاوے کو ہمارے خلاف مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو بھی گئے۔ جب بھی دلوں کا بغض اپنا کرشمہ دکھا کے رہے گا۔ اور پھر میدانِ جنگ کی نفسیات ہی کچھ ایسی ہے، کہ بیگار میں پکڑے جانے والے، سب کا مورال تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ مالک بن عوف نے حلیف قبائل کو مشورے کے لئے طلب کیا اور طے پایا کہ مسلمانوں کو جمنے کا موقعہ نہ دو، اور پوری تیاری سے حملہ آور ہو کر اس خرخشے کو ہمیشہ کے لئے مٹا دو۔ بنو ہوازن کے اکثر حلیف قبائل مع اہل و عیال اور مال و متاع کے پہنچ گئے۔ سواروں اور پیادوں کی تعداد بیس ہزار سے کچھ اوپر تھی۔ چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریوں کا ریوڑ ساتھ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اطلاع مل گئی تفتیش فرمائی، تو خبر درست نکلی۔

لشکر کی تیاری مکمل ہو چکی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار سپاہ کے ساتھ (جن میں دو ہزار وہ اہلِ مکہ شامل تھے، جو ابھی ابھی ایمان لائے تھے۔ نیز کچھ تعداد ایسے لوگوں کی بھی تھی جو فیصلہ نہیں کر پائے تھے۔ کہ کیا کریں) حنین کو کوچ کیا۔ مالک بن عوف نے پہل کی۔ اور مسلمانوں کے آنے سے پیشتر ہی، اس نے اپنے لشکر کو وادی اوطاس، کے دروں، غاروں اور گھاٹیوں میں ایسے طریقے پر چھپا دیا تھا۔ کہ جب اسلامی لشکر وہاں پہنچا، تو ہر طرف سناٹا چھایا تھا بے کھٹکے چلے آ رہے تھے کہ دشمنوں نے گھات سے نکل کر اس شدت کا حملہ کیا کہ اسلامی لشکر بوکھلا کر بھاگ

marfat.com
Marfat.com

کھڑا ہوا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ یا دس صحابہ کے ساتھ حیران کھڑے رہ گئے۔ آپؐ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ بھاگتوں کو واپس بلاؤ۔ انہوں نے یا معشر الانصار و یا معشر الشجرہ کہا ہی تھا، کہ قدم رک گئے، اور آناً فاناً مڑ کر دشمن پر حملہ آور ہو گئے اور اس گھمسان کا رن پڑا، کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ بھاگ اُٹھے اور یہ لڑائی جس میں ایک طرف بیس ہزار اور دوسری طرف بارہ ہزار جاں باز تھے اتنی دیر میں ختم ہو گئی، کہ مسلمانوں کے بارہ آدمی شہید ہوئے اور بنو ہوازن کے ستر آدمی مارے گئے۔

مالِ غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹوں، چالیس ہزار بکریوں کے علاوہ چھ ہزار جنگی قیدی اور چار ہزار اوقیہ (اوقیہ تقریباً بارہ تولے وزن کا ہوتا ہے) چاندی بھی تھی۔ اتنا مالِ غنیمت اس سے پہلے کبھی کسی غزوے میں مسلمانوں کے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ حضور اکرمؐ نے تین سو اُونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی ابوسفیان کو اور دو سو اونٹ حکیم بن حزام کو دیئے بعض لوگوں کو سو سو اونٹ اور بعض کو پچاس پچاس عنائیت فرمائے۔

فوج کے عام سپاہی کے حصے میں فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں۔ سواروں کا حصہ تین گنا تھا۔ اس موقعہ پر انصار بالکل محروم رہے، جس پر ان کا نوجوان طبقہ بہت جز بز ہوا۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سمجھایا، کہ اگر وہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر خوش ہیں، تو کیا تم خدا کا رسول لے کر خوش نہیں ہو، تو انصار کی مسرت اور خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور یہ مشکل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست سے بہ ایں آسانی حل ہو گئی۔

اگرچہ فتح مکہ کے بعد ہی سارے عرب کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اب اسلامی لشکر کو روکنا ان کے بس کی بات نہیں رہی۔ چنانچہ عرب قبائل میں سے سوائے بنو

marfat.com
Marfat.com

ہوازن کے اور کسی کو مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہ پڑی اس بہادر قبیلے کی بہادری کی سارے عرب میں دھاک بندھی ہوئی تھی، چنانچہ ان کی عبرت ناک شکست سے لوگوں کو پسینہ آگیا۔ اور تمام سرکش قبائل کی اکڑی ہوئی گردنیں جھک گئیں۔

حجۃ الوداع

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ مکہ کی فتح اور بنو ہوازن کی فاش شکست کے بعد عربوں میں اتنی سکت نہیں رہ گئی کہ وہ اسلام کے خلاف لشکر کشی کا خطرہ مول لیں گے، اس لئے آپؐ نے مبلغین کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو، ان قبائل میں جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے، تبلیغ کے لئے بھیجنا شروع کر دیا۔ ادھر سے قبائل کے وفود اظہارِ اطاعت کے لئے دربارِ رسالت میں آنا شروع ہو گئے۔ ان وفود نے اتنا زور باندھا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی فرصت بھی نہ ملی، کہ ادائیگی حج کے لئے تشریف لے جا سکیں۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیق کو امیر حج بنا کر مکے روانہ فرمایا۔ سال بھر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ جب اگلے سال حج کا مہینہ قریب آیا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مصروفیت سے فارغ ہو چکے تھے آپؐ حج کو روانہ ہوئے، تو کم و بیش چودہ پندرہ ہزار صحابہ آپؐ کے ساتھ تھے حضور اکرمؐ کی حج کی اطلاع تمام ملک میں بجلی کی سرعت سے پھیل گئی تھی اور سارا عرب اپنے محبوب رہنما کی زیارت کے لئے مکے میں امڈ آیا تھا، حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے، اور جہاں تک نگاہ جاتی تھی، سر ہی سر نظر آتے تھے۔ اندازہ ہے کہ ڈیڑھ لاکھ کا مجمع تھا اور دور و نزدیک سے لبیک اللھم لبیک کی پیاری صدا کانوں میں رس گھول رہی تھی، یہ وہی کعبہ ہے جہاں آج سے دس برس پہلے ہر طرف خود ساختہ خداؤں نے جھرمٹ ڈال رکھا تھا، اور کسی کو خدائے واحد کا نام لینے کی اجازت نہ تھی۔ یہ وہی مکہ

marfat.com
Marfat.com

ہے، جس کی فضا میں مسلمانوں کو سانس لینا دشوار ہو گیا تھا، اور وہ اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے، مگر آج سماں اور ہے، رت بدل گئی ہے زبردست، زیردست ہو گئے ہیں، ابوجہل اور ابولہب کی روحیں کھڑی ماتم کر رہی ہیں یہ ساری کارگزاری اس حق پرست انسان کی ہے، جسے قریش کے برخود غلط مغرور سرداروں نے مسترد کر دیا تھا۔ تعز من تشاء وتذل من تشاء کا ایسا ناقابلِ یقین منظر کس نے کاہے کو دیکھا ہو گا۔

خطبۂ حجۃ الوداع

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس ۲۳ برس پہلے جس مہم کا بیڑا اٹھایا تھا۔ وہ اللہ کے فضل وکرم سے سر ہو چکی تھی۔ اس دوران میں ایسے ایسے مشکل مقام آئے کہ زندگی اور موت کی حدیں باہم مل مل کر علیحٰدہ ہوتی رہیں۔ مگر آپ کے پائے استقامت میں کوئی فرق نہ آیا۔ جب حضور اکرمؐ کو نبوت عطا ہوئی تھی، جوانی ڈھل چکی تھی۔ اس طول طویل عرصے میں آپ کو جن جان لیوا مصائب کا سامنا کرنا پڑا، انہوں نے آپؐ کی رگ رگ اور نس نس سے زندگی کا رس نچوڑ لیا تھا۔ اور آپ کے اعصاب جواب دے گئے تھے۔ چنانچہ آپؐ کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ آپؐ کا وقتِ رحلت قریب آ گیا ہے اس موقعہ پر آپ نے کئی خطبے دیئے، اور ہر خطبے میں اسلامی اصولوں کو انداز بدل بدل کر دہرایا۔ ان خطبات میں میدانِ عرفات کا خطبہ اتنا مفصل اور جامع ہے، کہ اس کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا:۔

۱۔ اے لوگو! غور سے سنو، جاہلیت کے تمام دستور میں نے پاؤں کے نیچے مسل دیئے ہیں۔

۲۔ تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، کیونکہ فضیلت کا مدار صرف اخلاقِ عالیہ

marfat.com
Marfat.com

اور تقویٰ پر ہے۔

۳۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اور اسی طرح سب مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔

۴۔ تمہارے غلام ، جو خود کھاؤ، انہیں کھلاؤ، اور جو خود پہنو، انہیں پہناؤ۔

۵۔ جاہلیت کے خونوں کا انتقام لینا حرام ہے۔ میں بنو ہاشم کے خون ابن ربیعہ کو باطل قرار دیتا ہوں۔

۶۔ اسی طرح جاہلیت کا سود باطل اور ناجائز ہے۔ اسی لئے عباس بن عبدالمطلب کے سود کو حرام کرتا ہوں۔

۷۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرو۔

۸۔ دیکھو، ایک دوسرے کی جان لینا اور دوسروں کے مال پر دست درازی حرام ہے۔

۹۔ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا، تمہیں خدا کے سامنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہوگا۔

۱۰۔ میں تم میں قرآن اور اپنی سنت چھوڑ چلا ہوں۔ ان کو مضبوطی سے پکڑنا۔ کہ گمراہ نہ ہو جاؤ۔

اس کے بعد فرمایا، یاد رکھو، تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا، کہ میں نے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے یا نہ، تو کیا کہو گے، سب نے بیک آواز کہا، یا رسول اللہ بلاشبہ آپؐ نے حق ادا کر دیا۔ آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر فرمایا، اے خدا گواہ رہیو۔ اور تین دفعہ اس فقرے کو دہرایا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجمعے کو مخاطب کر کے فرمایا، اے لوگو! میں آج تم میں موجود ہوں۔ اگر دین کی کوئی بات پوچھنا چاہو تو پوچھ لو۔ شاید اگلے سال تم مجھے اس موقعہ پر اپنے درمیان نہ پاؤ۔ نیز جو لوگ

marfat.com
Marfat.com

یہاں موجود ہیں وہ ان باتوں کو ان لوگوں تک پہنچائیں، جو غیر حاضر ہیں۔

اس موقعہ پر قرآن کی مندرجہ ذیل آیت اُتری :۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دنیا

آج ہم نے تمہارے لئے، تمہارے دین کو مکمل کر کے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند فرمایا۔

خطبہ ختم ہوا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو الوداع فرمایا، اور قربان گاہ کو تشریف لے گئے اور قربانی کے چند اونٹ ذبح فرمائے۔ بارہ ذوالحجہ تک آپ وہیں ٹھہرے رہے۔ تیرہ تاریخ کو وہاں سے کوچ فرمایا، اور آخری طواف کے بعد مدینے کو مراجعت فرمائی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت

حجۃ الوداع کی تکمیل کے بعد حضور اکرمؐ واپس مدینے تشریف لے آئے اور اپنے معمولات میں مصروف ہو گئے، لیکن فتح مکہ اور جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد۔ چونکہ آپؐ کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے آپؐ کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ مہینہ ڈیڑھ مہینہ اسی بے لطفی کی نذر ہو گیا۔ حضور اکرمؐ کے ایک غلام جنابِ ابو مویہبہ راوی ہیں، کہ ۱۸ یا ۱۹ صفر کی رات کو مجھے بلا کر فرمایا، ابو مویہبہ! چلو، جنت البقیع میں مدفون لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگ آئیں۔ دوسرے دن چہار شنبہ تھا حضورؐ صبح کو اُٹھے، تو طبیعت ناساز تھی۔ دو چار دن کے بعد ہی طبیعت ایسی نڈھال ہو گئی کہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے، اور ادائے نماز کے لئے مسجد میں جانا بھی متروک ہو گیا۔ اسی طرح آپ کی بیماری بڑھتی گئی اور کمزوری میں اضافہ ہوتا گیا۔ ایک دن ایسا بھی آیا، کہ حضور کی حالت قدرے بہتر تھی اور حضرت عائشہ

marfat.com
Marfat.com

آپؐ کا سر مبارک گود میں رکھے بیٹھی تھیں، کہ آناً فاناً آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس درد ناک خبر کے پھیلنے کی دیر تھی، کہ مدینے کے در و دیوار اس صدمے سے تھرا اٹھے گھر گھر ماتم بپا ہو گیا۔ گلی کوچوں سے رونے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسا حادثہ تھی، جس نے سارے ملک کو ہلا کر رکھ دیا۔ آپ کی رحلت سوموار کو پیش آئی، دوسرے دن آپ کو غسل دیا گیا، چونکہ زیارت کے لئے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، اس لئے بہ مشکل بدھ کی آدھی رات کے قریب آپ کو لحد مبارک میں اتارا جا سکا۔ مشہور روایت کے مطابق آپ نے ترسیٹھ برس کی عمر پائی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

marfat.com
Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

حلیہ مبارک

چونکہ اسلام میں انسانوں کی تصویر بنانے پر قدغن تھی۔ اس لئے ابتدائی دور میں تو کسی کو اس کا خیال بھی نہیں آیا ہو گا۔ نیز اس وقت جو صورتِ حال ہے، اس کی بنیادی وجہ کیمرے کی دریافت ہے، اور اس آسانی کی وجہ سے ان لوگوں کے فوٹو بھی دستیاب ہیں۔ جو اسے دل سے ناپسند کرتے ہیں۔ عرب کے زمانۂ جاہلیت کو اس بدعت کی ہوا بھی نہیں لگی تھی، کیونکہ عرب کا معاشرہ بدوی تھا۔ اور فنونِ لطیفہ کے پنپنے کے لئے متمدن اور مہذب معاشرہ درکار ہے۔ جس سے اہل عرب ابھی بہت دُور تھے۔ اسی ممانعت کے پیش نظر بزرگان دین کی تصاویر نایاب ہیں۔ ہاں البتہ ارباب سیر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قلمی تصویر فراہم کی ہے۔ جس کا نقشہ ہم قارئین کو دکھاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے دوران ایک بدوی عورت کے خیمے میں جس کا نام اِم معبد تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے تھے، شام کو جب اس کا شوہر

marfat.com
Marfat.com

گھر کو لوٹا، تو بیوی نے اپنے مہمانِ عزیز کا حلیہ بایں الفاظ بیان کیا۔

"آج ہمارے خیمے میں ایک صاف ستھرے اور خوش رو مہمان نے قدم رنجہ فرمایا، درمیانہ قد، ہمہ تن رعنائی و حسن، کتابی چہرہ، غزالی آنکھیں، لمبی پلکیں بال سیاہ مگر ذرا گھنگھریالے، ڈاڑھی گھنی، گردن صراحی نما، پیشانی کشادہ، سر بڑا، خاموشی پر وقار، گفتگو دل پذیر، خوش خصال، شیریں مقال"

یہ نقشہ ایک عرب خاتون کا تیار کردہ ہے۔ جس میں عربی فصاحت اور شاعرانہ نزاکت گتھم گتھا ہیں۔ اب ہم قارئین کو ڈاکٹر منٹگمری واٹ کی تیار کردہ تصویر دکھاتے ہیں۔

"رسولِ کریمؐ کا قد درمیانہ سے ذرا نکلتا ہوا، سینہ اور کندھے چوڑے، اور جسم مضبوط تھا۔ بازو لمبے اور ہاتھ پاؤں سخت تھے۔ پیشانی کشادہ، ناک پتلی اور آنکھیں سیاہ تھیں۔ چھاتی پر سینے سے ناف تک سیاہ بالوں کی دھاری تھی۔ چہرہ سفید اور سُرخ، دہانہ چوڑا اور دانت سفید تھے۔ رفتار تیز تھی۔ کہ ساتھی کو ساتھ دینا مشکل ہوتا۔ آپؐ کی مسکراہٹ دلاویز تھی۔ زیادہ باتیں نہ کرتے، گفتگو میں روانی تھی۔ فصیح البیان تھے۔ جذبات پر قابو تھا۔ نرم مزاج اور با اخلاق تھے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات

ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عربوں کی اخلاقی حالت اتنی تباہ شدہ تھی، کہ دیکھنے والا نفرت سے آنکھیں پھیر لیتا۔ اور سننے والا کان بند کر لیتا تھا۔ جب آپؐ نے اسلام کی تبلیغ شروع کی، تو کفارِ مکہ نے اس شدت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، کہ آپؐ کے لئے چلنا پھرنا

marfat.com
Marfat.com

اور اٹھنا بیٹھنا دوبھر ہو گیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ آخر اہلِ مکہ جو آپؐ کو صادق اور امین کہتے تھے، کیوں آپؐ کے جانی دشمن ہو گئے، حالانکہ اسلامی تعلیمات میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے وہ اس قدر آپے سے باہر ہو جائیں۔

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلامی عقائد کا اصل الاصول، خدا کی توحید اور رسولِ کریم کی رسالت ہے جب کہ عرب میں بت پرستی کا یہ عالم تھا۔ کہ ہر ہر قبیلے کا اپنا خدا تھا۔ جسے وہ صدیوں سے پوجتے چلے آرہے تھے گویا بت پرستی ان کے نس نس اور رگ رگ میں گھسی ہوئی تھی۔ جس سے دست بردار ہونا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قائل ہونا اور زیادہ دشوار تھا۔ کیونکہ قبائلی معاشرے میں، اہل قبیلہ کی وفاداری کا مرکز صرف سردار ہوتا ہے اگر وہ حضور اکرم کو رسول مان لیتے، تو انہیں اپنی وفاؤں کا مرکز ایک ایسے شخص کو بنانا پڑتا۔ جس سے انہیں کوئی دنیوی فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔

عربوں میں پڑھنے لکھنے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ بنابریں ساری آبادی اجڈ اور گنواروں پر مشتمل تھی۔ ایسے بے لچک دماغ لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ ایک ایسی نئی بات، جسے ان کا جاہلی معاشرہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ انہیں کیونکر بھا سکتی ہے۔ چنانچہ ان کے جامد ذہنوں سے جب یہ لطیف بات ٹکراتی، تو ذہنی تصادم انہیں آمادہ پیکار کر دیتا۔

علاوہ ازیں جب وہ مسلمانوں کی بلند اخلاقی کا مقابلہ اپنی بدکرداری سے کرتے، تو وہ یوں محسوس کرتے، گویا کسی نے ان کی شخصیت کا تار تار بکھیر دیا ہے۔ یہ احساسِ شکست انہیں اور بھڑکا دیتا، اور بجائے اپنی تعمیر کے دوسروں کی تخریب کے درپے ہو جاتے، یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ جہاں بھی جدید اور قدیم کا ٹکراؤ ہوتا ہے ایسی صورت ضرور پیدا ہوتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مسلمان بھی اسی خاک سے اٹھے تھے، اور اسی زہریلی فضا میں پھلے پھولے تھے، جب تک وہ اسلام کے دامن سے وابستہ نہیں ہوئے تھے، ان کی دل بستگیاں اور سرگرمیاں اپنے بھائی بندوں سے مختلف نہ تھیں، لیکن اسلامی تعلیم کے اثر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض محبت سے ان کی کایا یکسر پلٹ گئی۔ اب وہ ظالم اور بے رحم نہیں، بلکہ نرم دل اور شفیق تھے، اب وہ ضدی اور اکھڑ نہ تھے بلکہ روادار اور شائستہ تھے، اب وہ مغرور اور متکبر نہ تھے، بلکہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ اب وہ خود غرض اور مطلب پرست نہ تھے۔ بلکہ سراپا ایثار اور ہمہ تن خدمت تھے، چونکہ کفرستان عرب میں ساری تبدیلی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور اخلاقِ عالیہ کا پرتو ہے۔ اس لئے ہم آپ کو دربارِ رسالت میں لے چلتے ہیں، تاکہ آپ خود اپنی آنکھوں سے اس بہارِ جانفزا کے نظارے سے لطف اندوز ہو سکیں۔

سعد بن ہشام سے روایت ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات و اطوار کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا۔ "تم نے قرآن پڑھا ہے جب انہوں نے اثبات میں جواب دیا، تو حضرت صدیقہ نے فرمایا: جو کچھ قرآن میں مذکور ہے، اس پر لفظ بلفظ آپؐ کا عمل تھا۔ جس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے مکمل پرہیز کرتے تھے، اور جن اعمال کے کرنے کا حکم ہے۔ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہر وقت منہمک رہتے تھے کسی اور کا تو ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو خود قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ اس خدائی شہادت کے علاوہ اور آپ کیا چاہتے ہیں!"

چونکہ قرآنی احکام کے اولین مخاطب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا

marfat.com
Marfat.com

صفات تھی۔ اور آپؐ تمام عالم کی رہ نمائی کے لئے نمونہ بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے ان احکامات کے ایک ایک نقطے اور ایک ایک شوشے پر آپؐ کی نظر ہوتی تھی۔ آپؐ نے فرمایا:۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ ظاہر ہے چونکہ رسولِ کریمؐ کو اپنی نمائندہ حیثیت کا اتنا شدید احساس تھا اسی لئے حضور اکرم اپنے احتساب سے کسی حالت میں بھی صرف نظر نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ زندگی بھر آپ سے کوئی ایسا عمل سرزد نہیں ہوا جس پر کوئی شخص انگشت نمائی کر سکے۔ تریسٹھ برس کہنے کو دو لفظ ہیں لیکن ہر آدمی کو لڑکپن کے لاابالی پن، اور جوانی کے طوفانی دور سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ لیکن حضور اکرم نے ان ۶۳ برسوں میں ایسے تباہ شدہ اور متعفن معاشرے میں ایسا مثالی کردار پیش کیا، کہ آپ صادق اور امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے، اور جب کوئی اچھے سے اچھا آدمی بھی اپنے آپ کو اس معیار پر پرکھتا، تو بنو ہاشم کے اس جوانِ صالح کو دیکھ کر اس کا سر ندامت سے جھک جاتا۔

خوش خلقی و خندہ روئی:۔ یوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر خلق، چونکہ آپؐ کے دل کی گہرائیوں سے ابھرا تھا، اور اس میں نمود و نمائش کا کوئی دخل نہ تھا۔ اس لئے اس میں خلوص اور صداقت کا جوہر پوری آب و تاب سے پایا جاتا، اور کوئی سلیم الفطرت آدمی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دن کو اکثر و بیشتر مسجدِ نبوی میں صحابہؓ کے درمیان موجود رہتے، اور کافی بڑی تعداد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقعہ ملتا۔ لیکن ہر آدمی سے کشادہ پیشانی اور خندہ روئی سے پیش آتے، ہر آدمی کے سوال کا جواب دیتے، اور کسی شخص سے بھی بے رخی یا توہین آمیز سلوک نہ کرتے، اگر کسی کی زبان سے کوئی ناموزوں بات نکل جاتی، تو خاموشی سے منہ پھیر لیتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے، کہ جو شخص نرمی سے محروم ہے، وہ اللہ کی

marfat.com
Marfat.com

بہت بڑی نعمت سے محروم ہے۔ ایک دفعہ ایک بدو مسجد نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آیا۔ صحابہ نے دیکھا، کہ اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات تھے، اس خیال سے کہ اس سے کوئی ناشائستہ حرکت نہ صادر ہو جائے، صحابہ نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روک دیا۔ جب آپؐ کو حقیقتِ حال کا علم ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ اس بدو کو واپس بلا لاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اسے اس وقت واپسی کی اجازت دوں گا جب اس کی کدورت دور ہو چکی ہو گی، اور مسکراہٹ چہرے پر کھیل رہی ہو گی۔

ایک بار چند یہودی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور السلام علیکم کی بجائے آپ کو السام علیکم سے خطاب کیا۔ (سام کے معنی موت ہیں) حضرت عائشہ سے نہ رہا گیا، اور انہوں نے یہود کو بُرا بھلا کہا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو تو کچھ نہ کہا، لیکن حضرت عائشہ کو تلخ کلامی سے منع کیا، اور فرمایا، عائشہ! سخت گوئی اللہ کو بہت ناپسند ہے، کیا تم وہی بات نرمی سے نہیں کہہ سکتی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقا کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے، وہ خوش ہوتے، تو حضور بھی خوش ہوتے، اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی، تو آپؐ اس سے ہمدردی فرماتے، اور اس طرح اپنایت کا اظہار کرتے کہ وہ اپنی تکلیف کو بھول جاتا۔ اگر متواتر دو چار دن تک کوئی ساتھی حاضرِ مجلس نہ ہو پاتا۔ تو آپ اسے بلا کر دریافت حال کرتے، مجلس نبوی میں جو لوگ بھی حاضر ہوتے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی اور حسنِ سلوک سے اتنے متاثر ہوتے کہ آپؐ سے بار بار ملنے اور آپ کی میٹھی باتیں سننے کی تڑپ انہیں دم نہ لینے دیتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے، جو شخص ہمارے عمر رسیدہ لوگوں کا احترام نہیں کرتا، اور ہمارے بچوں سے شفقت نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ

marfat.com
Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل اس باب میں مثالی تھا۔ جو شخص بھی آپؐ سے ملاقات کو آتا، اس کی مناسب پذیرائی فرماتے۔ اگر کوئی مصافحہ کرتا، تو آپؐ اپنا ہاتھ اس وقت تک پیچھے نہ ہٹاتے، جب تک وہ اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیتا۔ جب تک وہ کھڑا رہتا۔ آپؐ کھڑے رہتے۔ جب تک وہ باتیں کرتا رہتا، حضور پوری توجہ سے اس کی باتوں کا جواب دیتے رہتے۔ اگر وہ کسی معاملے میں مشورے کے لئے حاضر ہوتا تو دل جمعی سے بات سنتے اور صائب مشورے سے نوازتے

بچوں سے آپؐ کی شفقت کا یہ عالم تھا، کہ بچے آپؐ کو راستے میں روک لیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھڑے ان کی پیاری پیاری باتیں سنتے رہتے، جب تک خود بچے تھک کر علیحدہ نہ ہو جاتے، ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں میں کھڑے ان سے مصروف گفتگو تھے۔ جب آپؐ ان سے رخصت ہونے لگے، تو ایک بچے نے جو ذرا دور بیٹھا اپنے کسی مشغل میں مصروف تھا۔ آپؐ کو دیکھ لیا۔ وہیں سے بہ آواز بلند پکارا، محمدؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے ملے بغیر جائیں گے نہیں۔ میں فارغ ہو لوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے، جب وہ فارغ ہو کر آیا، تو آپؐ نے اسے تھپکی دی، دو چار باتیں کیں۔ اور جب اس نے اجازت دی تو اسے دعا دے کر رخصت ہوئے۔

خود خاندان نبوت میں دو بچے، امام حسنؓ اور امام حسینؓ موجود تھے، حضور اکرمؐ کو ان دو صاحبزادوں سے اتنا پیار تھا۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے، ایک دفعہ حضورؐ ان صاحبزادوں سے دل بہلا رہے تھے کبھی ایک کو گود میں لیتے اور چومتے، اور کبھی دوسرے کو۔ قریب ہی ایک شخص بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا، کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پانچ چھ بچے ہیں، لیکن میں نے تو کبھی کسی کو اپنے پاس آنے نہیں دیا، چومنا اور لپٹنا تو دور کی بات ہے۔ فرمایا۔ اگر خدا نے تجھے اس لطیف

marfat.com
Marfat.com

جذبے سے محروم رکھا ہے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اکثر صحابہ نے حضور اکرمؐ کو گھر میں اس حالت میں بھی دیکھا، کہ حضورؐ گھوڑا بنے ہوئے ہیں اور دونوں صاحبزادے پیٹھ پر سوار ہیں، ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق کو بھی یہ دلچسپ منظر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ چنانچہ انہوں نے صاحبزادوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ماشاءاللہ آپ کے گھوڑے کے کیا کہنے ؛! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذرا سواروں کو بھی تو دیکھو، وہ کس شان کے ہیں! ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسنؓ کو اٹھائے مسجد میں نماز کے لئے تشریف لائے۔ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو انہیں ایک طرف کو بٹھا دیا حضور سجدے میں گئے، تو امام حسنؓ اُٹھ کر آپ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے بعد از نماز صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے آج پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں معمول سے زیادہ دیر لگائی، فرمایا، میرا یہ بیٹا، مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔ میں نے اسے شوق پورا کر لینے دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ اور خوش خلقی کا ایک وہ نمونہ بھی ہے جو آپ منافقین مدینہ سے روا رکھتے تھے، یہ لوگ سامنے ہوتے، تو آپ کی خوشامد کرتے، اور پیٹھ پیچھے بدگوئی کرتے اور آپ کی ذاتِ اقدس میں کیڑے نکالتے۔ حضور اکرمؐ کو ان کی ناگفتنی حرکات کا علم تھا۔ لیکن آپ نے کبھی کوئی گرفت نہ فرمائی۔ بلکہ اگر صحابہ کرام، کسی ایسی کارروائی کے لئے حضورؐ سے اجازت طلب کرتے، تو منع فرما دیتے۔ عبداللہ بن ابی منافقین مدینہ کا سردار تھا۔ احد کی جنگ میں، یہ شخص اپنے تین سو آدمی لے کر اسلامی لشکر سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ کفار مکہ کے ساتھ اس کے خفیہ تعلقات تھے، اور نامہ و پیام کا سلسلہ قائم تھا سانحہ افک میں اس نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے، کہ اس نامبارک قصے کو ہوا دینے والا عبداللہ بن ابی تھا، تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہو گا۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حد تک

marfat.com
Marfat.com

اس سے رواداری کا سلوک فرماتے کہ بارہا یہ شخص، آپ کی تقریر کے بعد، تقریر کرنے اٹھ کھڑا ہوتا، اور آپ ناگواری کا اظہار نہ فرماتے جب یہ منافق مرا۔ تو عبداللہ بن عبداللہ جو اس منافق کے بیٹے تھے، اور مخلص مسلمان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور درخواست کی، کہ اس کے باپ کے کفن کے لئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کرتہ مبارک عنایت فرمائیں۔ آپؐ نے بلا تامل اپنا کرتہ اتار کر دے دیا۔ اور نماز جنازہ پڑھائی حالانکہ اس موقعہ پر حضرت عمرؓ نے کئی بار دربارِ رسالت میں گذارش کی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس منافق کو اس شرف سے نہ نوازیں۔ لیکن آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ جس شخص نے قبولِ اسلام کے بعد ظاہرداری کو نبھایا ہے، آپ اس سے کیوں نہ نبھائیں۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ میں دس برس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا۔ میں ناسمجھ لڑکا تھا۔ بعض اوقات کوئی الٹی سیدھی بات بھی منہ سے نکل جاتی، بے دھیانی میں کوئی غلط کام بھی کر دیتا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی کسی بات پر نہ جھڑکا۔ اور نہ تنبیہہ فرمائی، ایک دفعہ آپؐ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا۔ گھر سے باہر نکلا، تو بچوں کے جھرمٹ میں کھیلنے لگ گیا، اور حضورؐ کا فرمان بھول ہی گیا۔ کافی دیر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے، تو مجھے اس وقت پتہ چلا جب آپؐ نے دست مبارک میری گدی پر رکھا۔ فرمایا، تو وہاں گیا نہیں، عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب جا رہا ہوں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور بس۔

حضرت عائشہ سے کسی شخص نے دریافت کیا، کہ اندرونِ خانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ کیا ہوتا تھا، انہوں نے فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ نرم گو، خوش خلق اور شیریں گفتار تھے۔ جب بھی کوئی شخص حضور کو بلاتا، جواب میں لبیک کہتے ازدواج مطہرات کے ساتھ آپ کا سلوک مثالی تھا۔ بالخصوص وہ مواقع یاد رکھنے کے

marfat.com
Marfat.com

قابل ہیں۔ جب دو بیویوں میں چخ پخ ہو جاتی۔ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف فرما تھے کہ جناب ام سلمہ ایک پیالے میں گوشت اور روٹی (ثرید) ڈال کر لائیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت انس راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا شروع کر دیا۔ اور مجھے بھی فرمایا، کہ کھاؤ حضرت عائشہ کھانا پکانے میں مصروف تھیں، مگر انہوں نے پیالہ دیکھ لیا تھا۔ جلدی جلدی کھانا پکایا، اور پیالے میں ڈال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا رکھا، اور جناب ام سلمہ کا پیالہ اٹھا کر توڑ دیا۔ آپؐ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا، تمہاری ماں کو رشک آ گیا ہے۔ آؤ، اب اس پیالے سے کھائیں، دو چار لقمے اٹھائے، اور پیالہ اٹھا کر جناب ام سلمہ کو دے دیا اور فرمایا، یہ لو، ام سلمہ سالن کے بدلے سالن اور پیالے کے بدلے پیالہ۔ ایسی باتیں عام گھروں میں اکثر ہوتی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں بھی کبھی نہ کبھی ایسے معاملات واقع ہوتے رہتے۔ اور آپ حسنِ تدبیر سے بات کا بتنگڑ نہ بننے دیتے۔

فیاضی و سخاوت:۔ ارباب سیر اس امر پر متفق ہیں، کہ فیاضی اور کشادہ دلی میں بھی کوئی آدمی آپؐ کا مثیل نہ تھا۔ آپؐ سے جو چیز بھی مانگی جاتی۔ بلا حیل و حجت فوراً دے دیتے۔ اور اگر اس وقت آپؐ کے پاس کچھ نہ ہوتا، تو سائل کو کہہ دیتے کہ جس وقت بھی کوئی مال باہر سے آ گیا۔ تمہارا قرض ادا کر دیا جائے گا۔ بلکہ ایسا بھی بارہا ہوا۔ کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ اتفاق سے وہ چیز آ گئی۔ اور آپؐ کو اپنی ضرورت کے پورا ہونے پر خوشی ہوئی۔ لیکن معاً کسی نے وہی چیز مانگ لی اور آپؐ نے بلا توقف دے دی۔ مثلاً ایک دفعہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چادر لائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت تھی، چادر پسند آئی اور اوڑھ لی۔ حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی کا دل للچا گیا،

marfat.com
Marfat.com

کہنے لگا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ چادر آپؐ کے جسم مبارک پر بھلی معلوم ہو رہی ہے۔ اگر مجھے عنایت فرما دیں، تو نوازش ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اتار کر اس کے حوالے کر دی، اور چہرہ مبارک پر ذرا ملال نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حضورؐ کسی ضرورت سے اُٹھ کر باہر گئے، تو تمام حاضرین نے اس سائل کو بُرا بھلا کہا، کہ اس کی حرکت حد درجہ نامناسب تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اس کی ضرورت تھی اور نیز مانگنے والے کو علم تھا کہ آپؐ اس کے سوال کو رد نہیں فرمائیں گے۔

صفوان بن امیہ اسلام لانے سے پہلے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ فتح مکہ کے بعد بہ امرِ مجبوری مسلمانوں میں شامل ہو گیا، لیکن آپؐ کے متعلق اس کے دل میں جو کینہ تھا، وہ کم نہ ہوا جلد ہی اس کے بعد غزوۂ حنین پیش آ گیا، تو یہ شخص اس مہم میں بھی شامل تھا۔ مال غنیمت تقسیم ہونے لگا، تو صفوان بھی اس موقعہ پر موجود تھا۔ ابنِ شہاب راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سو بکریاں دیں، دوسری بار پھر سو بکریاں دیں، تیسری بار پھر اتنی ہی بکریاں عنایت فرمائیں، تو بہ مشکل اس کی پیشانی سے شکنوں کا جالہ صاف ہوا۔ ابوسفیان، جو ابوجہل کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین مخالف تھا آپ نے تین سو اونٹ عطا فرما کر زبان بندی کر دی تھی۔

حضرت علاء بن حضرمی نے بحرین سے پہلی بار ایک لاکھ درہم بطورِ خراج دربار رسالت میں روانہ کئے۔ جسے حضرت جابر بن عبداللہ اپنے اونٹ پر لاد کر لائے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس احسان کا بدلہ چکانا چاہتے تھے۔ فرمایا۔ جابر! یہ اونٹ ہمیں بیچ دو، عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیچنے اور خریدنے کی کیا ضرورت ہے مفت حاضر ہے فرمایا نہیں، میں خریدنا چاہتا ہوں۔ وہاں تو نا، کا سوال ہی نہ تھا۔ معاملہ طے ہو گیا حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت ارسال فرمائی، تو اونٹ بھی ساتھ کر دیا، کہ اسے ہماری طرف سے تحفہ سمجھ لیا جائے۔

marfat.com
Marfat.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے جس طرف درہموں کا ڈھیر پڑا تھا، اِدھر نگاہ بھی نہ کی۔ نماز کے بعد مال غنیمت کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ اور اس وقت اٹھے جب صرف اللہ کا نام رہ گیا تھا۔ حضورؐ کی داد و دہش کا یہ عالم تھا۔ کہ بعض لینے والے اس طرح تقاضا کرتے تھے جس طرح سود خوار قرض خواہ، مقروض سے سود وصول کرتے ہیں۔ حضرت انس راوی ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ حضورؐ نجرانی چادر اوڑھے تھے راستے میں ایک دیہاتی نے بڑی بدتمیزی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کے پلو کو کھینچا، حضورؐ نے مڑ کر دیکھا، تو اس نے پھر وہی بدتمیزی کی، میں نے دیکھا، کہ چادر کے کھردرے کنارے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر نشان پڑ گیا ہے۔ دیہاتی کہنے لگا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو مال خدا نے تمہیں دیا ہے، اس سے مجھے بھی کچھ دو، آپؐ نے تبسم فرمایا۔ اور جو کچھ پاس تھا، وہ اس کے حوالے کر دیا۔

غزوۂ حنین کے بعد جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مالِ غنیمت تقسیم فرما کر واپس جا رہے تھے، تو راستے میں ایک بدو سے سامنا ہو گیا، اور لگا تقاضہ کرنے، کہ مالِ غنیمت سے اسے بھی کچھ ملنا چاہیئے۔ چونکہ حضور اکرمؐ سب کچھ بانٹ چکے تھے، اسے کیا دیتے، اس نے آپؐ کی چادر اچک لی۔ اس سوئے ادب پر آپؐ نے صرف اتنا فرمایا، بدو میاں! میری چادر لوٹا دے، میں نہ کنجوس ہوں، نہ غلط گو، اگر میرے پاس ان درختوں کے پتوں جتنے اونٹ اور بکریاں بھی ہوتیں۔ میں سب بانٹ دیتا۔"

سننِ ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ باہر سے نوے ہزار درہم دربارِ رسالت میں لائے گئے یہ رقم ایک چٹائی پر رکھی تھی۔ حضور اکرم تقسیم کے لئے اٹھے، اور کسی کے سوال کو رد نہ فرمایا فارغ ہو چکے، تو ایک شخص حاضر ہوا، اور گذارش کی، یا رسول اللہ! مجھے کچھ نہیں ملا۔ فرمایا اس وقت تو میرے پاس کچھ نہیں، تم یہ درخواست مجھے فروخت کر دو۔

marfat.com
Marfat.com

جب باہر سے رقم آئے گی۔ ہم قیمت ادا کر دیں گے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کو خدا نے اس چیز کا مکلف نہیں ٹھہرایا، جو آپ کے پاس موجود نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مداخلت پسند نہ آئی، اس پر ایک انصاری جو پاس ہی کھڑے تھے، بول اٹھے، یارسول اللہ! جب اللہ کا دیا ہوا رزق آپ تقسیم کرتے ہیں، تو خوب دل کھول کر غریبوں اور ناداروں کی امداد فرمایئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی، تو تحسین فرمائی اور آپ کی کدورت دور ہو گئی۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور گذارش کی کہ مجھے کچھ عنایت فرمایئے۔ آپؐ نے اسے بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ عنایت فرمایا کہ وادی بھر گئی وہ حد درجہ خوش ہوا۔ اور اپنے قبیلے میں جا کر کہنے لگا، اے میرے قبیلے کے لوگو! میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں، کہ تم سب بلا مزید توقف اسلام قبول کر لو۔ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پیروؤں کو اتنا کچھ دیتے ہیں کہ زندگی بھر کے لئے ناداری اور تنگ دستی کا خوف ختم ہو جاتا ہے، میں نے کئی ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، جن کو انہوں نے مالِ غنیمت سے سو سو اونٹ دیئے۔

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! اگر میرے پاس احد کے پہاڑ جتنا سونا ہو۔ تو میں اسے ایک دن میں اللہ کی راہ میں لٹا دوں گا۔ ہاں صرف اتنی مقدار بچا لوں گا، جو میرے ذمے بطورِ قرض واجب الادا ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس داد و دہش سے خاندانِ نبوت ہمیشہ محروم رہا۔ حضرتِ عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہمارے گھروں میں کئی کئی دن چولہا نہیں جلتا تھا کسی گھر میں رات کو روشنی کا انتظام نہیں ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کا کھانا نماز عشا کے بعد تناول فرماتے تھے۔ جب کھانا لایا جاتا۔ تو خادم کو حکم دیتے۔ اصحاب صفہ

marfat.com
Marfat.com

سے پوچھ لو، کوئی بھوکا تو نہیں، اکثر و بیشتر کوئی نہ کوئی بول پڑتا، آپؐ کھانا اسے بھجوا دیتے اور خود ستو پانی میں گھول کر پی لیتے، یا دو چار کھجوریں کھا کر پیٹ کو دھوکا دے لیتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ، چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ رشتہ دامادی زیادہ قریب تھے، اس لئے کھانے پینے کی اشیا کی وہاں بھی کمی ہی رہتی۔ حضرتِ فاطمہؓ کو اتنی محنت کرنا پڑتی کہ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں پہ گٹھے پڑ گئے تھے، اور چونکہ کنوئیں سے پانی بھر کر بھی لانا پڑتا تھا، اس لئے مشک اٹھانے سے کندھے بھی متورم ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ دربارِ رسالت میں کچھ غلام لائے گئے، حضرت علیؓ کو علم ہوا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام مانگنے کے لئے، میاں بیوی دونوں دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے، جناب فاطمہؓ تو شرم سے خاموش رہیں، حضرت علیؓ نے ان کی طرف سے درخواست پیش کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی سے مخاطب ہو کر فرمایا، بیٹی! ابھی چند دن اور صبر کرو۔ سب سے زیادہ مجھے غزوۂ بدر کے یتیموں کا خیال ہے، ان کا بندوبست ہو لے، تو پھر شاید تمہارے لئے بھی کوئی صورت پیدا ہو جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس صاحبزادی سے بہت پیار تھا۔ وہ ملاقات کو آتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوتے ان کے ماتھے پر بوسہ دیتے اور اپنی چادر پر انہیں بٹھاتے جب وہ واپس ہوتیں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی شفقت اور محبت سے رخصت فرماتے۔

بعد میں ایک دفعہ دربارِ رسالت میں کچھ غلام آئے، تو حضرت علی اور جنابِ فاطمہؓ نے پھر حاضر ہو کر اپنی درخواست پیش کی۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چاہتے تھے کہ خاندانِ نبوت میں آرام طلبی اور آسانی کا تصور پیدا ہو، اور آپؐ اپنے سارے کام خود کر لیا کرتے تھے، اس لئے صاحبزادی کے لئے بھی، جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل کا ٹکڑا کہتے تھے۔ اس آسانی کی فراہمی پسند نہ فرمائی۔ آپ خاموش رہے، اور

marfat.com
Marfat.com

دونوں میاں بیوی خاموشی سے اُٹھ کر آگئے، کیونکہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کا علم تھا کہ جب حضورؐ کو کوئی بات ناپسند ہوتی تھی، تو جواب نہیں دیا کرتے تھے ایک آدھ دن کے بعد پھر جنابِ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو فرمایا فاطمہ! بہتر ہوگا کہ تم ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو اس کی برکت سے دین و دنیا کی سعادتوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ سعادت مند صاحبزادی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پلے باندھ لیا، اور ساری زندگی صبر و شکر سے گزار دی۔

غزوہ حنین کے چھ ہزار قیدیوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن شیما بھی شامل تھی۔ حضور اکرم کو بچپن میں جب حلیمہ سعدیہ، دودھ پلانے کے لئے اپنے گھر لے آئی تھیں، تو آپ کی غور و پرداخت اسی خاتون (جو اس وقت بچی تھی) کے سپرد تھی۔ اس لیے اسلامی لشکر کے افراد سے اس بات کا ذکر کیا۔ تو اس کی بھنک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں بھی پڑ گئی۔ طلب فرما کر دریافت کیا، کہ اگر کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو شیما نے کہا کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ نے مجھے کندھے کے پاس پیٹھ پر دانتوں سے کاٹا تھا۔ جس کا داغ آج تک مٹ نہیں سکا۔ حضور نے داغ کو ملاحظہ فرما کر بہن کی تصدیق کی۔ اور چادر بچھا کر انہیں بٹھایا۔ اور سب بھائی بہنوں کے بارے میں فرداً فرداً دریافت کیا، اور بڑی شفقت اور احترام سے پیش آئے۔ پھر بہن سے مخاطب ہو کر فرمایا، اگر تم اپنے قبیلے میں واپس جانا چاہو، تو میری طرف سے اجازت ہے، اور اگر میرے پاس ٹھہرنا چاہو، تو میں تمہارے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھوں گا۔ چونکہ وہ واپس جانا چاہتی تھیں، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک غلام، ایک کنیز اور کچھ بھیڑ بکریاں دے کر رخصت فرما دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان

marfat.com
Marfat.com

فرماتے، تو آپ کی شان میں اَجْوَدُ النَّاسِ کَفًّا وَاَصْدَقُ النَّاسِ لَہْجَۃً کے الفاظ استعمال کرتے۔ حضرت انسؓ سے ایک روایت میں مذکور ہے۔ آپ نے فرمایا، میں انسانوں میں فیاض ترین انسان ہوں۔ بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اجود الناس تھے، جس طرح اعلم، اشجع افضل اور اکمل تھے۔ حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دریا دلی کا یہ حال تھا کہ آپ سے جو چیز مانگی جاتی اپنا اور اپنے خاندان کا خیال کئے بغیر فوراً دے دیتے اسی طرح جس کام کے بارے میں درخواست کی جاتی فوراً کر دیتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی اتنی آسان تھی کہ مدینے کی لونڈیاں دربارِ رسالت میں حاضر ہوتیں، اور جہاں چاہتیں، آپؐ کو لے جاتیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز انکار نہ کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک اندرونِ خانہ: صحیح مسلم کی روایت ہے کہ اپنے اہل و عیال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفیق تر آدمی نہیں دیکھا گیا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی غلام یا کنیز کو سزا دیتے یا جھڑکتے نہیں دیکھا اور نہ آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ شفیق، نرم گفتار اور درگزر کرنے والے تھے۔ ازواجِ مطہرات کی باہمی اور ناخوشی کو ذرا خاطر میں نہ لاتے۔ جہاں ایک گھر میں نو بیویاں ہوں، وہاں ہر طرح کی تلخیاں اور الجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں، گروہ بندی، باہمی رقابت، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے ہنگامے ناچاقی بول چال کی بندش، بدگمانی، بدظنی، غرضیکہ ہر طرح کی خرابی کے پیدا ہونے کے مواقع نکل سکتے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان الجھنوں کو اپنی شیریں کلامی سے دور فرما دیتے اور گھر کی افسردہ فضا میں پھر سے خوشی لوٹ آتی۔ کدورت دور ہو جاتی، اور نفرت اور حقارت کی بجائے الفت اور محبت کا دور دورہ دیکھنے میں آتا۔ ہر چند حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حد درجہ محبت تھی۔ لیکن آپؐ کا اصول اور قاعدہ یہ تھا کہ آپ ہر

marfat.com

Marfat.com

بیوی کے حجرے میں باری باری قیام فرماتے تھے۔ تاکہ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر اس معمول پر کاربند رہے۔

باہر سے گھر میں تشریف فرما ہوتے، تو انتہائی خوش مزاجی کا مظاہرہ فرماتے ازواجِ مطہرات سے حد درجہ کشادہ پیشانی سے پیش آتے اور مسکراتے رہتے۔ جب تک حضرت فاطمہؓ کا شمار بچیوں میں ہوتا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی شفقت فرماتے تھے، ان کے سر اور ہونٹوں کو بوسہ دیتے۔ جب وہ بیاہی گئیں اور خدا نے انہیں اولاد دی، تو یہ بچے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتِ پدری کا مرکز بن گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اٹھائے اٹھائے پھرتے، گود میں بٹھاتے، سینے پر لٹاتے، مسجد میں تشریف لے جاتے، تو بچوں میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے کندھے پر سوار ہوتا۔ اکثر فرمایا کرتے، اے اللہ میں ان بچوں سے محبت کرتا ہوں، جو ان سے محبت کرے۔ تو بھی اس سے محبت کر۔ اگر کبھی ان بچوں کے رونے کی آواز کان میں پڑ جاتی، تو بے چین ہو جاتے، خاتون جنت سے فرماتے، فاطمہ بیٹی! ان بچوں کے آرام و آسائش کا خاص خیال رکھا کرو۔ جب بھی ان کے رونے کی آواز میرے کانوں میں پڑتی ہے مجھے ذہنی تکلیف ہوتی ہے۔

حضرتِ عائشہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزیز ترین حرم تھیں وہ جس برتن سے پانی پیتیں، تو ان کے ہاتھ سے برتن لے لیتے، اور اسی مقام پر منہ رکھتے، جہاں حضرت عائشہ نے رکھا تھا۔ وہ ہڈی منہ سے نکال کر دسترخوان پر رکھتیں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ہڈی کو اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے اور چوستے، دن کو قیلولہ فرماتے، تو ان کی گود میں سر مبارک رکھ کر لیٹ جاتے، ایک دفعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا ذکر چھڑا، حضور اکرم موجود تھے کسی خاتون نے کہہ دیا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابِ خدیجۃ الکبریٰ سے بے پناہ لگاؤ تھا حضرت عائشہ کا رشک اس کا ذکر گوارا نہ کر سکا۔ کہنے لگیں، اب اس بڑھیا کے ذکر سے کیا فائدہ۔ اب تو آپؐ کے حرم میں ایک سے ایک بڑھ کر خوبصورت کئی خواتین

marfat.com
Marfat.com

موجود ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ فرمایا، خدیجہ نے اس وقت مجھے حوصلہ دیا جب مجھے حوصلے کی ازحد ضرورت تھی۔ وہ پہلی خاتون ہے، جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لائی۔ میں نے اس کا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دیا، اور اس نے ذرا پرواہ نہ کی۔ خدا نے اس کے بطن سے مجھے اولاد عطا فرمائی، اور پھر اللہ نے ہمارے دلوں میں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت پیدا کر دی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کے بعد بھی ان کی یاد ستاتی رہتی۔ اگر گھر میں کبھی کوئی جانور ذبح ہوتا، تو جناب ام المومنین کی تمام سہیلیوں کو بالالتزام گوشت بھجواتے، اور کبھی کبھی ان کی ہمشیرہ سے ملنے بھی تشریف لے جاتے تھے۔

ایک دفعہ حضرتِ عائشہ نے گھر میں گوشت پکایا، اتفاق سے جنابِ سودہ بھی وہاں تھیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا پیش کر چکیں، تو ایک پیالے میں سالن ڈال کر جنابِ سودہ کے سامنے بھی رکھا اور ان سے کھانے کو کہا، انہوں نے انکار کیا، تو حضرت عائشہ نے کہا۔ اگر تم ضد کرو گی، تو میں یہ سالن تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ جناب سودہ نے نہ مانا۔ تو حضرت عائشہ نے سالن ان کے منہ پہ مل دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس تماشے سے اچھے خاصے محظوظ ہوئے۔

ضرور ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ نے اس مذاق سے تھوڑی بہت خفت محسوس کی ہو گی۔ اور ناگواری کے آثار ان کے چہرے پر نمودار ہوئے ہوں گے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہو چکے، تو آپؐ نے جنابِ سودہ سے فرمایا جھینپ کیوں گئی ہو۔ میں عائشہ کو پکڑ رکھتا ہوں تم بھی اس کے منہ پر سالن مل دو چنانچہ انہوں نے بھی اُٹھ کر ادلے کا بدلہ چکا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دل لگی پہ خوب ہنسے۔

ایک دفعہ ایک خاتون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں، اور دیر تک بیٹھی

marfat.com
Marfat.com

آپؐ سے باتیں کرتی رہیں۔ انہوں نے آپؐ سے بہت اچھے اچھے سوال کئے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑا مشفقانہ سلوک کیا، جب وہ چلی گئیں، تو آپؐ نے جناب عائشہ سے فرمایا کہ یہ خاتون، خدیجہ کی سہیلی ہے، جو کبھی کبھی اس سے ملنے آیا کرتی تھی۔ فرمایا عہد اور قرابت کی پاسداری ایمان کی علامت ہے

تمام ازواجِ مطہرات کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ سلوک کی یہی شان تھی بلکہ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ آپ ازواج کی ناز برداری بھی کرتے، اور ان کی تلخ و ترش باتوں کو بڑی کشادہ دلی سے برداشت فرما لیتے۔ اور ذرا مکدر نہ ہوتے۔ ایک دفعہ حضرت عمر کی بیوی نے ان سے دو بدو ہو کر سوال جواب کئے تو وہ بہت جز بز ہوئے، بیوی نے کہا میاں! جامے سے باہر نہ نکلو، جب ازواج مطہرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال و جواب میں ذرا نہیں جھجکتیں، آخر میں بھی تو اسی طرح کی عورت ہوں۔ حضرت عمر کو سخت حیرت ہوئی، جناب حفصہ سے تصدیق چاہی، تو انہوں نے ہاں کہہ دی۔ سخت برہم ہوئے اور انہیں اس گستاخی سے سختی سے منع کیا۔ انہوں نے کہا، ابا جان! یہ تو روزمرہ کا معمول ہے ہم روٹھتے رہتے ہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مناتے رہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حد درجہ روادار، خوش خلق اور معاف کر دینے والے تھے۔

شرم و حیا:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنواری اور نوجوان لڑکیوں سے بھی زیادہ حیادار اور شرمیلے تھے جب مخاطب سے گفتگو فرماتے، تو نرمی اور ملائمت سے بات کرتے اور اگر بات ناگوار معلوم ہوتی، تو خاموش ہو جاتے، اور منہ پھیر لیتے۔ آپؐ حلم بردباری اور عفو و درگزر کا ایسا دل نشین مرقع تھے کہ جو آدمی بھی آپؐ سے ملتا، آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپؐ کی گفتگو طعن و تشنیع سے پاک ہوتی کبھی کوئی ایسی بات نہ کہتے جس سے سننے والے کو دکھ پہنچے۔

مزاح اور لطیف مذاق:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس مشن کی تکمیل کے لئے بھیجے گئے

marfat.com
Marfat.com

تھے، اس کے تقدس اور اہمیت کے پیشِ نظر، بادی الرای میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس ذمہ داری کے بھاری بھرکم بوجھ کے دباؤ سے شاید ہی کبھی مسکرانے کا موقعہ ملتا ہوگا مزاح اور مذاق تو بہت دور کی بات ہے، لیکن یہ خیال درست نہیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ لطیف حس موجود تھی۔ اور اکثر اپنے احباب اور ازواج سے کوئی نہ کوئی دل لگی کا موقعہ پیدا کر لیتے تھے۔

ایک دفعہ ایک بڑھیا نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر گذارش کی۔ یارسول اللہ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت عطا فرمائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن بڑھیا عورتیں تو جنت میں نہیں جائیں گی۔ بددل ہو کر دربارِ رسالت سے نکلی، تو روتی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جاؤ، اسے بتا دو کہ جنت میں داخل ہونے والی عورتوں کو جوان بنا دیا جائے گا پریشان مت ہو۔

ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے گذارش کی یارسول اللہ! مجھے سواری کے لئے ایک اونٹ کی ضرورت ہے، اگر آپ عنایت فرما سکیں تو مجھے آمد و رفت میں آسانی رہے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا! میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دے دوں گا۔ اس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچہ میرے کس کام کا میں اس پر سواری کیسے کروں گا، فرمایا، ارے نادان! اونٹ بھی تو اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

حضرت انس کے چھوٹے بھائی نے ایک سرخ چونچ والا پرندہ پال رکھا تھا، وہ مر گیا تو جناب انس کے بھائی کو بہت دکھ ہوا۔ اور پریشان رہنے لگے۔ حضرت انس نے رسالت مآب سے ذکر کر دیا اس کے بعد جب بھی وہ روتی صورت بنائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھیڑنے کو فرماتے، ابو عمیر! تمہارا نغیر کدھر گیا۔

marfat.com
Marfat.com

تلقین اخلاق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دن کا کافی حصہ مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے جھرمٹ میں گزارتے تھے، کھانے یا آرام کرنے کو ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے جاتے، تو ان اوقات میں بھی انصار کی خواتین کسی ذاتی غرض یا دین کا کوئی مسئلہ پوچھنے کے لئے آجایا کرتیں۔ چنانچہ آپ کی مجلس میں سوائے دینی تعلیمات اور اخلاق و آداب کے اور کسی بات کا ذکر نہیں ہوتا تھا۔ آپ کا انداز گفتگو حد درجہ دل آویز اور پیارا تھا۔ آپ کی محفل میں امیر و غریب اور اجنبی و آشنا کا کوئی فرق نہ تھا۔ ہر آدمی کو بولنے اور سوال کرنے کی اجازت تھی۔ ہر آدمی کی بات غور سے سنتے، اور جو کچھ وہ پوچھتا، اس کا تسلی بخش جواب دیتے، جھڑکنا، چیں بہ جبیں ہونا، غریب کی بات کا جواب نہ دینا، یا ترش روئی کا اظہار کرنا آپ کو حد درجہ ناپسند تھا۔ بعض اوقات عمر رسیدہ لوگ آپؐ کو راستے میں روک لیتے، اور اپنی رام کہانی سنا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحمل اور بردباری کا امتحان لیتے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھڑے سنتے رہتے۔ جب تک وہ خود تھک نہ جاتے آپؐ کی مجلس میں ہمیشہ مفید اور حکیمانہ باتوں کا تذکرہ ہوتا۔ صحابہ ہمہ تن گوش ہو کر سنتے، اور عمل پیرا ہوتے، کوئی بے فائدہ اور نامناسب کلمہ تو آپ کی زبان مبارک سے نکلتا اور نہ حاضرین میں سے کوئی شخص ایسا کرنے کی جرأت کر سکتا۔ حضور ملاقاتیوں سے ایسا شریفانہ اور روادارانہ برتاؤ کرتے کہ وہ دل و جان سے آپ کے گرویدہ ہو جاتے آپ کو جلد بازی اور تلون سے نفرت تھی اور اعتدال اور میانہ روی آپؐ کی زندگی کا اصل الاصول رہا۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ کوئی ایسا اچھا عمل نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع بے موقع ہمیں اس کے کرنے کی تاکید نہ فرمائی ہو۔ اور

marfat.com
Marfat.com

کوئی ایسا ناپسندیدہ عمل نہیں کہ جس کے ارتکاب سے آپؐ نے بارہا نہ منع فرمایا ہو۔
جب حضور اکرمؐ نے معاذؓ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا، تو انہیں مندرجہ ذیل نصیحت فرمائی۔

اے معاذ! میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنا
سچ بولنا، وعدہ ایفا کرنا! امانت میں ہرگز خیانت نہ کرنا۔ ہمسایہ کے
حقوق کا خیال رکھنا بوقتِ ضرورت اس کی مدد کرنا، کبھی جھوٹ نہ بولنا۔
دھوکا نہ دینا، یتیموں کی رکھوالی اور نگہداشت کرنا۔ لوگوں سے نرم بات کہنا
ہر آدمی کو سلام کرنا اجنبی ہو یا آشنا، نیکی اور بھلائی کی تلقین کرنا۔ ہوائی قلعے
نہ تعمیر کرنا۔ ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنا۔ قرآن میں غور و فکر کرنا اور آخرت
کے خیال کو دل سے محو نہ ہونے دینا۔ روزِ محشر کی گرفت سے ڈرنا، گناہوں
سے دامن بچا کے رکھنا۔ اور شر اور فساد سے پرہیز کرنا۔

"اے معاذ میں تجھے اس سے منع کرتا ہوں کہ تو کسی دانش ور اور
حکیم کو بُرا بھلا کہے یا راست گو کو جھٹلائے، اور جھوٹے کی تائید کرے۔ نیز
میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر حال میں خلوت ہو یا جلوت خدا سے ڈرتے
رہنا۔ اپنے گناہوں اور کوتاہیوں پر نادم ہونا، اور اللہ سے مغفرت اور
درگزر کی درخواست کرنا۔"

مذہب اور اخلاق

مذہب اور اخلاق کا چولی دامن کا ساتھ ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب نے
اپنے پیروؤں کو اللہ پر ایمان لانے کے بعد، واضح ہدایت فرمائی کہ باہم مل جل کر رہو، بزرگوں
کا احترام کرو، ہم عمروں سے محبت کرو، اور چھوٹوں سے شفقت اور پیار کرو۔ اپنی جان
و مال کی حفاظت کرو۔ اور دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ کرو۔ انبیا علیہم السلام کی

marfat.com
Marfat.com

بعثت کا مقصد یہ رہا، کہ خالقِ کائنات کے اقرار کے بعد ساری مخلوق ایک کنبہ بن کر رہے۔ دنیا میں امن و امان قائم ہو۔ اور ہر آدمی دوسرے کا خیر خواہ اور مددگار ہو۔ جب تک یہ آسمانی اصول انسانوں کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہوا۔ دنیا میں امن و امان قائم رہا لیکن جب لالچ نے دلوں میں گھر کر لیا، اور حسد اور رقابت کے جذبات نے بصیرت کی آنکھوں کو چندھیا دیا، تو باپ بیٹے اور ماں بیٹی میں ٹھن گئی۔ انسانیت نے درندگی کا روپ اپنا لیا، جھگڑے اور مناقشے اٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھتے دیکھتے بھائی چارے اور انسان دوستی کے سوتے خشک ہو گئے۔

یہی حالت اس وقت تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ عرب معاشرہ اخلاقی لحاظ سے حد درجہ تباہ اور برباد ہو چکا تھا۔ خدا کا نام ان کی زبانوں پر ضرور تھا۔ لیکن دلوں اور دماغوں میں بت خانے اور صنم خانے آباد تھے۔ اپنے قبیلے کے سوا، ان کی نظروں میں کسی انسان کی کوئی وقعت نہ تھی۔ لوٹ مار لڑائی بھڑائی روزمرہ کا معمول تھا۔ شراب پیتے، جوا کھیلتے، بدکاری کرتے، اور جو جی میں آتا، کر گزرتے نہ جھجکتے نہ شرماتے۔ صدیوں سے اسی ڈگر پر چلے آ رہے تھے۔ اس اثنا میں نہ بدلے تھے، اور نہ بدلنے کا خیال ہی آیا تھا۔

اسی برگشتہ بخت قوم کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے قرآنِ حکیم کا نزول ہوا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جو قرآن کے اجمال کی تفصیل اور تفسیر تھے) نے تیئیس ۲۳ برس اسی عظیم کام کی سرانجام دہی میں صرف کر دیئے۔ قرآن کی حفاظت کا تو خود خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور اسے حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت ہی میں مرتب کر لیا گیا تھا چونکہ حضور اکرمؐ کا ہر عمل اور ہر قول بھی قرآن کی تشریح تھا۔ اس لئے امتِ محمدیہ نے آپ کے تمام اعمال اور اقوال کو منضبط کر لیا۔ جسے اسلامی اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن اور حدیث اسلامی اخلاقِ فاضلہ کا ابدی اور سرمدی سرچشمہ ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اور جب تک دنیا قائم ہے، اور جب تک انسانوں کو اپنی دنیوی اور اُخروی فلاح کے لئے اعمالِ حسنہ کا سہارا لینا پڑے گا، قرآن اور حدیث اس خدمت کو سرانجام دیتے رہیں گے اب ہم ذیل میں ان اوامر اور نواہی کی ایک مختصر فہرست پیش کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔

سچ بولنا، جھوٹ، بدگوئی، غیبت، بخل، فضول خرچی، غرور، گھمنڈ سے پرہیز کرنا۔ عفو و درگزر، توکل، صبر شکر، قربانی، سخاوت، صدقہ اور خیرات دینا۔ افراط و تفریط سے بچنا، میانہ روی اور اعتدال کی راہ کو اپنانا عزیزوں، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، غریبوں۔ قیدیوں، غلاموں اور مسافروں کی امداد کرنا۔ امانت و دیانت، ایفائے عہد، پاسِ وفا، اتفاق و اتحاد، والدین کی خدمت اور متابعت، حق گوئی، انصاف پسندی، باہم میل جول، خلوص، سچ اور حق کی اشاعت اور فروغ میں مدد دینا۔ جھوٹی گواہی دینے منافقت، چغل خوری اور دراندازی سے پرہیز۔ بات میں نرمی عمل میں اخلاص۔ ریا اور خودنمائی سے احتراز۔ اکلِ حلال کی تاکید، گداگری سے ممانعت اچھی باتوں کی ترغیب دینا اور ناشائستہ باتوں اور اعمال سے روکنا، خودکشی، اولاد کشی اور قتلِ ناحق سے روکنا، یتیم کی کفالت اور اس کی جائداد اور مال کی نگہداشت۔ ناپ تول میں بددیانتی نہ کرنا۔ آنکھیں نیچی رکھنا، اکڑ کر نہ چلنا، اونچا نہ بولنا، الزام اور بہتان تراشی سے بچنا، زنا۔ لواطت اور تمام بُرے کاموں سے اجتناب کرنا کسی کے گھر میں بے اجازت نہ داخل ہونا غصے میں نہ آنا۔ دوسرے کی زیادتیوں کو خوش دلی سے معاف کر دینا، گفتگو میں آداب کا خیال رکھنا، مشرکین کے بتوں کو بُرا بھلا نہ کہنا، فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف سے کام لینا۔ کسی سے بھلائی کر کے احسان نہ جتانا۔ چوری، ڈاکہ، رہزنی، ٹھگی، بے ایمانی اور فریب سے بچنا۔ تقویٰ، پرہیزگاری، پاکیزگی اور پاکبازی کی پیش رفت میں صدقِ دل سے کوشاں رہنا۔ بیوی، عزیزوں، ہمسایوں

marfat.com
Marfat.com

اور عام انسانوں سے حسنِ سلوک۔ یتیم سے شفقت کرنا، سائل کو نہ جھڑکنا، ضرورت مند کی حاجت روائی، قرض مانگنے والے کو قرض دینا اور اگر وہ ادا کرنے کے قابل نہ ہو، تو معاف کر دینا، رشوت اور سود سے مکمل پرہیز کرنا۔ استقلال، پامردی، صبر، استقامت، دلیری، اور بے خوفی کے اوصاف کا اپنانا۔ تمام بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرنا دین کی حمایت میں جان و مال سے جہاد کرنا۔ ظلم اور زیادتی نہ کرنا۔ معاملات میں سچائی اور دیانت کا برتاؤ کرنا اور لوگوں سے بے رخی نہ کرنا وغیرہ اس فہرست کو مکمل نہ سمجھا جائے، اس قسم کی اور بھی کئی باتیں قرآن میں تلاش کی جا سکتی ہیں۔

ان کے علاوہ اخلاق عالیہ کا ایک بڑا ذخیرہ کتب احادیث میں بھی مذکور ہے یہ احادیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تشریحات ہیں، جو قرآنی آیات کے بارے میں وقتاً فوقتاً آپ ارشاد فرماتے رہے، اور صحابہ کرام انہیں اپنے صحیفوں اور دماغوں میں محفوظ کرتے رہے۔ جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موجود رہے، سوائے چند محتاط حضرات کے اس باب میں سبھی نے اپنے دماغوں پر بھروسہ کئے رکھا۔ جب آپؐ کی رحلت کے بعد مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں حفاظ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی تو خلیفہ کو حضرت عمرؓ کی بار بار ترغیب پر تین صحابہ کا ایک بورڈ مقرر کر کے قرآن حکیم کو مدون کر لینا پڑا۔ قیاس چاہتا ہے، کہ تدوین احادیث کا خیال بھی اس وقت ضرور کسی نہ کسی دماغ میں پیدا ہوا ہو گا۔ لیکن کسی سے اظہار کی جرأت اس لئے نہ ہوئی ہو گی کہ ابھی اس کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔ قرآن کا متن اور اس کی تشریح جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان ہوتی رہی تھی۔ ان کے دماغوں کے الواحِ محفوظ پر مرتسم ہو چکی تھی۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد، جب امت دو گروہوں میں بٹ گئی تو عبداللہ بن سبا کی ذریت نے اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لئے احادیث گھڑنا شروع کر دیں۔ علمائے امت کو اس

marfat.com
Marfat.com

فتنے سے نبٹنے کا خیال اس وقت آیا۔ جب ملاوٹ کا کاروبار شباب پر پہنچ گیا تھا۔ ملاوٹ ضرور ہوئی لیکن ایسی بات بھی نہیں کہ سونے کو پیتل سے علیحدہ نہ کیا جا سکے۔ اور نیز ہمارا موضوع ایسا ہے جس میں انہیں ملاوٹ کا خیال ہی نہ آیا ہو گا۔ اب ہم قارئین کو اس ذخیرے سے متعارف کراتے ہیں۔

والدین کا احترام اور فرماں برداری، بڑوں کی توقیر، چھوٹوں سے شفقت اور بچوں سے پیار، ہمسایوں، غلاموں اور ضرورت مندوں سے حسن سلوک، اہل و عیال، خویش و اقارب کی پرورش۔ حاجت مندوں، معذوروں، دردمندوں، مریضوں، غریبوں اور بے کسوں کی خبر گیری، عام انسانوں سے ہمدردی، قرضداروں سے مروت اور احسان، مصیبت زدہ کی دل جوئی، مسلمانوں کی خیر خواہی، جانداروں سے شفقت اور ان پر رحم، بیماروں کی خدمت و عیادت، رشک و حسد کی ممانعت، دشمن کا مردانہ وار مقابلہ، اور جاگ اٹھنے کی مذمت۔ امیر قوم کی اطاعت، کسب و عمل کی ترغیب، شیریں کلامی، خوش خلقی۔ خندہ روئی، فیاضی کی تلقین، بدزبانی، غیبت، بہتان سے اجتناب، مہمان نوازی، شرم و حیا، حلم و تواضع، تحمل اور وقار کی تعلیم۔ غصے پر قابو پانا، دوسروں کی کوتاہیوں سے درگزر، حسب و نسب پر غرور کرنے کی مذمت، دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہونا، دوسروں سے حسن ظن رکھنا، رفق، نرمی اور خوش کلامی کو شعار بنانا۔ قناعت اور استغنا، تواضع اور انکساری کو اپنانا، بے صبری، حرص، غرور اور گھمنڈ پر قابو پانا، تہمت، بغض، کینہ، دوسروں کے عیوب کی ٹوہ لگانا بُرا ہے۔ سامنے مدح و ستائش، چاپلوسی اور خوشامد کی بُرائی۔ لعنت بھیجنا، لغو گوئی، فضول خرچی، ظلم، تعصب، محنت گیری منع ہے۔ غمگساری، توکل اور رضا بالقضا پسندیدہ اعمال ہیں۔ قمار بازی، جھوٹی گواہی، جھگڑا فساد اور شور و شر کی ممانعت۔ وعدہ خلافی، خیانت اور بدگمانی سے پرہیز۔ مسلمانوں میں باہم مصالحت کرانا، دوست احباب سے ملاقات سلام کہنے میں پیش دستی، مصافحہ اور معانقہ، عیادت اور صفائی، عیادت، تعزیت،

marfat.com
Marfat.com

آدابِ مجلس، آدابِ لباس، نشست و برخاست، خانہ داری اور سونے جاگنے کے آداب۔ غرضیکہ اوراقِ حدیث میں انسانوں کو زندگی بسر کرنے، مل جل کر رہنے اور نیز رواداری اور خیر اندیشی کا ایک دل کش اور جامع مرقع موجود ہے کہ اگر اہل عالم انہیں دستور العمل بنالیں تو اس دنیا کو جسے انسانوں کی خود غرضی اور حرص و لالچ نے جہنم بنا رکھا ہے۔ تھوڑی سے قربانی اور از خود گزشتگی سے امن و سکون کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

معاشرتی اطوار و آداب

زندگی حرکت اور عمل کا نام ہے، اور جسے عزت سے زندہ رہنا ہے، اسے حرکت و عمل بغیر چارہ نہیں۔ کہنے کو تو بھگ منگے اور دریوزہ گر بھی یہ دونوں کام کرتے ہیں لیکن چونکہ ان کا یہ عمل معاشرے کے قائم کردہ اصولوں کی نفی کرتا ہے، اس لئے باغیرت کا یہ گروہ، سوسائٹی میں کسی وقار و احترام کا سزاوار نہیں گردانا جاتا۔ گویا باعزت زندگی گزارنے کے لئے، معاشرے کے مسلمہ اصولوں کی پابندی لازمی ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے اپنے پیروؤں کو ایک ایسا جامع دستور العمل دیا ہے جس سے وہ زندگی کے تمام مراحل میں رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ انسان کی ساری تگ و دو کی غرض و غایت زندگی کو خوشگوار اور مفید بنانا ہے۔ اس میں روزمرہ کے اعمال و افعال اٹھنے بیٹھنے، کھانے، پینے، سونے جاگنے اور میل ملاپ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے، کہ یہ اعمال ہی دنیوی زندگی کا تانا بانا ہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا اس لئے ہم، رہنمائی کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات زندگی سے رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم نے اپنے غیر فانی پیغام میں صاف صاف فرما دیا ہے :۔

لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

اور تمہارے لئے رسول کریم صلی اللہ وسلم کی زندگی میں اخلاق کا اعلیٰ نمونہ موجود ہے۔

marfat.com
Marfat.com

طہارت اور پاکیزگی :۔ان دو الفاظ کے مفہوم میں، جسم، لباس، بستر اور مکان وغیرہ کی صفائی اور ستھرائی شامل ہے، اگرچہ اسلام کا ظہور ایک ایسے ملک میں ہوا جہاں پانی کا حصول ایک مسئلہ تھا لیکن جسم اور لباس کی صفائی کو خاص مقام حاصل ہے۔ حکم ہوا۔ کہ جسم اور لباس کو پاک رکھو اور جب نماز پڑھنے کو اٹھو، تو وضو کرو، اس میں مسواک کا استعمال بھی شامل ہے۔ جمعے کے دن چونکہ عام دنوں سے نمازیوں کا اجتماع زیادہ ہوتا ہے اس لئے نہانا اور خوشبو لگانا سنت ہے۔ آپؐ نے راستوں پر اور درختوں کے نیچے بول و براز سے منع فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح بول و براز کے بعد اول مٹی کے ڈھیلوں کے استعمال اور بعد میں پانی سے صفائی کا حکم دیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجا کرنے کے بعد ہاتھوں پر مٹی مل کر انہیں اچھی طرح دھولیا کرتے تھے۔

کھانے پینے کے آداب :۔کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے نیز حکم ہے کہ ہر اچھا اور نیک کام شروع کرنے سے پہلے خدا کا نام لیا جائے، اور کھانے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے۔ کھانا برتن کے کنارے سے کھانا چاہیئے، تاکہ جو کھانا بچ جائے، وہ پھینکنا نہ پڑے، کھانے میں صفائی کا خیال رکھا جائے، ہاتھوں کو سالن سے آلودہ نہ کرے، اور نہ فرش اور کپڑوں پر سالن کا داغ پڑنے دے۔ کھاتے وقت منہ بند رکھے، اور کھانا چباتے وقت آواز نہ نکالے۔ نیز کھاتے وقت بے صبری اور لالچ کا اظہار نہ کرے۔ دو دو چار چار آدمیوں کے مل کر کھانے کی اجازت ہے۔ اور علیحدہ علیحدہ کھانے کی بھی۔ کھاتے وقت ٹیک لگا کر نہیں بیٹھنا چاہیئے۔

پانی ٹھہر ٹھہر کر پینا چاہیئے، اور برتن میں سانس نہیں لینا چاہیئے، پانی بیٹھ کر پینا بہتر ہے لیکن کھڑے ہو کر پینا ممنوع نہیں۔ اسی طرح دورانِ طعام میں ڈکار لینا اور منہ سے آواز نکالنا بُرا ہے۔

بازاروں اور گلی کوچوں میں کھڑا ہو کر یا چلتے پھرتے کھانا پینا ناپسندیدہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

کھانے پینے کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

کھانا کھا چکنے کے بعد اللہ کا شکر کرنا مسنون ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مواقع پر مندرجہ ذیل دعائیہ الفاظ استعمال فرمایا کرتے تھے:- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اس خدا کی تعریف، جس نے ہمیں کھلایا پلایا۔ اور مسلمان بنایا۔

آدابِ مجلس:- مجلس میں جہاں جگہ ملے، وہاں بیٹھ جانا چاہیئے، بشرطیکہ وہ کسی دوسرے کے لئے مخصوص نہ ہو، مجلس میں بیٹھے ہوئے کسی آدمی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہیں بیٹھنا چاہیئے، اگر دو یا دو سے زائد آدمی مل کر بیٹھے ہوں۔ تو ان کے درمیان گھسنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کچھ لوگ حلقہ بنا کر بیٹھے ہوں۔ تو حلقے کے درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لئے احتراماً اٹھنے اور غلاموں کی طرح ہمہ تن انکسار ہو کر کھڑا ہونے سے منع فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ باہر سے آنے والا اہل مجلس کو سلام کہے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے، اور نہ کسی کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے۔ سرِ راہ بیٹھنا نادرست ہے۔ اگر ضرورت پڑ جائے تو نظریں نیچی رکھے۔ اور آنے جانے والوں کو ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھے۔ مجلس میں کانا پھوسی سے پرہیز کیا جائے اور اگر کوئی راز کی بات کہی جائے، تو اسے افشا نہ کرے۔

آدابِ ملاقات:- اسلام نے حسبِ ذیل آداب مقرر کئے ہیں۔

۱۔ ملاقات کسی آشنا سے ہو یا اجنبی سے، السلام علیکم کہنا ضروری ہے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ سلام کہنے میں سبقت کرنا چاہیئے اور خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا چاہیئے

۲۔ مصافحہ کرنا چاہیئے، آپؐ نے فرمایا، ایک دوسرے سے مصافحہ کرو، تاکہ تم میں

marfat.com
Marfat.com

محبت زیادہ ہو۔

۳۔ جوشِ اشتیاق میں مہمان کے لئے کھڑا ہونا اور معانقہ کرنے کی بھی اجازت ہے۔ حضرتِ فاطمہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کو آتیں، تو حضور جوشِ محبت میں اٹھ کھڑے ہوتے، خاتونِ جنت کا ہاتھ چومتے اور چادر پر بٹھاتے۔

۴۔ سلام کہنے میں مرد اور عورت کی نیز بوڑھے اور جوان کی کوئی تمیز نہیں، البتہ دو اصول پیشِ نظر رکھنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، چھوٹا بڑے کو، گزرنے والا، بیٹھنے والے کو، چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو اور سوار پیدل کو سلام کرے، دوسرا اصول یہ ہے کہ سلام سے تواضع اور خوش دلی کا اظہار ہو۔

۵۔ صاحبِ خانہ کو حکم ہے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو تو السلام علیکم کہے تاکہ باقی افرادِ خانہ بھی اس کام میں اس کی تقلید کریں۔

۶۔ جسے سلام کیا جائے، وہ اسی طرح خندہ روئی سے سلام کا جواب دے، اور اگر رحمۃ اللہ و برکاتہ، کا اضافہ کر دے، تو کیا کہنے!

۷۔ اگر کسی سے ملنے اس کے گھر پر جائے، تو صاحبِ خانہ سے اجازت لے کر اندر داخل ہو۔ اسلام نے اس کا طریقہ یہ تجویز فرمایا ہے کہ دروازے پر جا کر تین دفعہ السلام علیکم کہے اگر جواب نہ ملے، تو واپس آجائے۔

۸۔ اگر کوئی شخص کسی کے بلانے پر ملاقات کرنے جائے اور میزبان سامنے دالان میں یا دکان پر یا اس قسم کے کسی پبلک مقام پر بیٹھا ہو تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔

آدابِ گفتگو:۔ زبان بلاشبہ اس لئے عطا کی گئی ہے کہ انسان اپنے ملفی الضمیر کو بیان کر سکے، لیکن شرط یہ ہے کہ فضول اور لغو باتیں منہ سے نہ نکالی جائیں۔ لوگوں نے زر، زن اور زمین کو انسانوں کی مصائب اور تکالیف کا سرچشمہ قرار دیا ہے لیکن کسی

marfat.com
Marfat.com

نے زبان کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دنیا والوں کی تین چوتھائی مصیبتوں اور بلاؤں کا نزول، گوشت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لئے اسلام نے درشت گوئی، بدکلامی اور بلاضرورت زبان چلانے سے منع فرمایا۔ نرمی اور شیریں گفتاری کی تاکید کی، اسی طرح طعن وتشنیع، الزام تراشی، دوسروں کو چڑانے اور برے نام رکھنے سے منع کیا۔ بلکہ ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تم اچھی بات نہیں کہہ سکتے، تو خاموشی اختیار کرو۔ مخاطب کو کوئی بات سمجھائی ہو، تو صفائی اور سادگی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنا چاہیئے۔ یہی انداز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ گفتگو مختصر اور سادہ الفاظ میں کرنا چاہیئے لمبی اور لایعنی گفتگو سے آدمی کی قدر و قیمت گھٹ جاتی ہے۔ اسی طرح ایسی گفتگو بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ جس کا مقصد فخر و غرور کا اظہار ہو۔ بعض لوگ شہرت اور بڑائی کی خاطر مسجع اور مقفی الفاظ استعمال کرتے ہیں اور چبا چبا کر باتیں کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی زبان کو اس طرح توڑتا موڑتا ہے جس طرح بیل گھاس کھاتے وقت اپنی زبان کو موڑتا ہے ایسا شخص خدا کے ناپسندیدہ لوگوں میں سے ہے۔

چلنے پھرنے کے آداب:۔ اسلام نے اکڑ کر چلنے سے منع کیا ہے بلکہ قرآن حکیم کا معیار تو یہ ہے کہ اللہ کے بندے زمین پر نرمی اور انکساری سے چلتے ہیں اور اگر کوئی کندۂ ناتراش ان سے الجھنے کی کوشش کرے، تو وہ کنی کترا کے نکل جاتے ہیں۔ اور اگر انہیں لغو اور بے ہودہ لوگوں سے پالا پڑ جائے تو وہ نیک خصلتی اور حسن کردار سے اپنا دامن بچا لے جاتے ہیں

عورتوں کو بے جا بانہ چلنے پھرنے سے روکا گیا ہے، گھر سے نکلیں تو چادر اوڑھ کر نکلیں اور زیب و زینت کی نمائش نہ کریں، اور نہ پاؤں زمین پر زور سے مار کر پازیب اور جھانجھر کی آواز لگائیں اگر راستے میں مردوں کی آمد و رفت ہو۔ تو راستے یا سڑک کے ایک طرف ہو جائیں۔ اسی طرح عورتوں کو خوشبو لگا کر گھر سے نہیں نکلنا چاہیئے۔

marfat.com
Marfat.com

تیز چلنا چونکہ سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہے۔ اس لئے اس حرکت کو ناپسند کیا گیا ہے، بلکہ مردوں کو تو اس بارے میں اتنی تاکید کی گئی ہے کہ اگر وہ نماز پڑھنے جا رہے ہیں اور جماعت کھڑی ہو گئی ہے، جب بھی متانت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔ اور دوڑنے سے احتراز کیا جائے۔

آدابِ خواب :- دن کام کے لئے ہے اور رات آرام کے لئے، اس لئے جہاں تک ممکن ہو، اپنے کاروبار اور آرام اور خواب کے اوقات کو اسی اصول کے مطابق منظم کرنا چاہیئے۔ دن کو سونا اور راتوں کو جاگنا اصولِ فطرت کے خلاف ہے۔ نماز عشا کے بعد سو جانا چاہیئے، تاکہ صبح تڑکے اٹھنے میں دقت نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عشا کے بعد عموماً کسی سے بات نہیں کرتے تھے اور داہنی کروٹ سو جاتے تھے۔ ایسی چھت پر نہیں سونا چاہیئے، جس کی منڈیر نہ ہو۔ سونے کے کمرے کا دروازہ بند کر کے چراغ بجھا دینا چاہیئے سونے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دعاؤں کے علاوہ چار قل پڑھ کر سویا کرتے تھے۔ صبح اٹھتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ :- (تعریف اس خدا کی جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اور اسی کی طرف ہم نے جانا ہے) پڑھا کرتے۔

آدابِ لباس :- لباس کا مقصد ستر پوشی ہے، مردوں کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے، مگر عورتیں سر کے بالوں سے لے کر ٹخنوں تک ستر ہیں۔ اس لئے ان کا لباس ایسا ہونا چاہیئے کہ جس سے ان کی مکمل ستر پوشی ہو سکے مردوں کو ریشمی کپڑے پہننا ناجائز ہے۔ اسی طرح ایسے لباس سے بھی منع کیا گیا، جس سے جذبۂ نمائش اور تفاخر کو ہوا ملتی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے سفید رنگ پسند فرمایا، سیاہ، زعفرانی اور سُرخ رنگ ناپسند تھے، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کا لباس پہنتے ہیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں

marfat.com
Marfat.com

کا لباس پہنتی ہیں۔ ایسا لباس جس میں سے جسم کی جھلک دیکھی جا سکے، مردوں کو پہننا چاہیئے نہ عورتوں کو۔

عربوں میں رواج تھا کہ وہ کرتے کا دامن اتنا لمبا اور تہ بند اتنا نیچے رکھتے تھے کہ چلتے وقت ان کا دامن اور تہ بند زمین پر جھاڑو دیتا چلا آتا تھا۔ جسے وہ سوئے فہم سے اپنے شانِ یکتائی کی ایک ادا گردانتے تھے۔ اسلام نے اس بیہودگی کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔

عزیزانِ وطن! یہ مختصر سا خاکہ ہے، اسلامی اخلاقِ فاضلہ کے چارٹر (منشور) کا جسے اپنا کر برگشتہ قومیں اور جماعتیں اپنی تقدیر بدل سکتی ہیں۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کے لئے۔

ارشاداتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی! فرمایا۔ جب حکومت نااہلوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی، تو قیامت آئی سمجھو:۔ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَہْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ (حدیث)

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ظہورِ قیامت سے پہلے اس دنیا کی یہ حالت ہو جائے گی کہ (۱) صرف امرا کو لوگ سلام کریں گے (۲) لالچ اتنا زیادہ ہو جائے گا، کہ عورتیں بھی اس ہوس میں خاک چھانتی پھریں گی، اور پیٹ نہیں بھرے گا (۳) قرابت داروں میں صلۂ رحمی ختم ہو جائے گی (۴) علم کی اشاعت عام ہو گی لیکن شرافت، تہذیب اور اخلاق کا معیار گرتا جائے گا (۵) عدالتوں میں جھوٹی شہادتیں دی جائیں گی (۶) سچی شہادت سے لوگ جی چرائیں گے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

marfat.com

Marfat.com

جس ولیمے کی دعوت میں صرف امرا کو بلایا جائے۔ وہ بدترین کھانا ہے جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ خوف اور دہشت پھیلا دے گا۔ جس معاشرے میں بدکاری عام ہو جائے گی، وہ فنا کی گھاٹ اتر جائے گی۔ جس ملک میں ناپ تول میں بددیانتی کا رواج ہو گا، اس کے رزق سے برکت اٹھا لی جائے گی، جہاں ناحق فیصلے ہوں گے، وہاں خونریزی ہو گی۔

۴۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، حضورؐ نے فرمایا، تم میں سے ہر شخص پر ذمہ داری کا بوجھ ہے، جس کے بارے میں اس سے باز پرس ہو گی۔ امیرِ قوم سے رعیت کے بارے میں، شوہر سے بیوی اور بچوں کے بارے میں اور بیوی سے شوہر کے گھر اور اولاد کے بارے میں جواب طلبی ہو گی۔

۵۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے مسلمانو! اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے، اسی طرح نیکی کی تلقین کرنا، برائی سے روکنا، بھولے بھٹکے کو راستہ بتانا، اندھے اور معذور کو راہ پر لگانا راستے سے کنکر، پتھر اور کانٹے ہٹانا سب صدقے میں شامل ہیں۔

۶۔ حضرت امام حسن سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ایک آدمی صبح کو بیدار ہو گا۔ تو مسلمان ہو گا، لیکن شام تک اس کے خیالات میں اتنی تبدیلی آجائے گی کہ وہ کافر ہو جائے گا، اسی طرح شام کو ایک آدمی اچھا خاصہ مسلمان ہو گا۔ لیکن صبح کو بیدار ہو گا۔ تو دین سے بیزار ہو چکا ہو گا۔ اسی انداز میں ایک شخص اپنے مسلمان بھائی کی جان و مال اور عزت و آبرو کو ایک دن اپنے لئے حرام سمجھے گا۔ دوسرے دن یہ سب کچھ اس کے لئے حلال ہو جائے گا۔

۷۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان بھائی بھائی ہیں، اس لئے ایک دوسرے سے خیانت نہ کرو، ایک دوسرے کو مت جھٹلاؤ، اور نہ ذلیل کرو، یہ کچھ کم برائی نہیں

marfat.com
Marfat.com

ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کی تحقیر کریں۔

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف دور کرو گے، تو خدا تمہاری دقتیں دور کرے گا، اگر تم کسی مقروض یا محتاج کو آسانی فراہم کرو گے، تو اللہ دنیا اور آخرت میں تمہیں آسانی فراہم کرے گا، اور اگر تم اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرو گے تو دنیا اور آخرت میں تمہاری پردہ پوشی کی جائے گی۔

۹۔ حضرت حذیفہ نے ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ! ہم جاہلیت کے اندھیرے سے نکل کر خیر اور دین کی روشنی میں آگئے ہیں کیا اس کے بعد بھی کوئی شر اور فتنے کا دور آئے گا۔ فرمایا، ہاں وہ ایسا دور ہوگا کہ لوگ جہنم کے دروازے پر کھڑے ہوں گے اور دوسروں کو دعوت دیں گے، جو ان کی دعوت قبول کرے گا، وہ بھی جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضرت حذیفہ نے پوچھا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامت کیا ہوگی۔ فرمایا، باتیں تو وہ اچھی کریں گے، لیکن ان کا مقصد شر اور فساد ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسی صورت میں اسلام پر استقامت اور استقلال کا مظاہرہ کیا جائے۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں سے متعلق بتاؤں صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتلایئے آپؐ نے فرمایا، خدا کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا سن لو، اور جھوٹی بات۔ آپ نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ میرے دل میں یہ خیال آیا، کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جائیں۔

۱۱۔ حضرتِ عائشہ سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبرئیل مجھے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی برابر تاکید کرتے رہتے ہیں۔ مجھے خیال آتا ہے کہ شاید اسے وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

ایک اور موقعہ پر فرمایا۔ اے لوگو! تم پر تمہارے پڑوسی کا حق ہے، اسے امداد کی ضرورت ہو، تو اس کی امداد کرو، قرض مانگے، تو قرض دو، بیمار پڑ جائے، تو عیادت کرو، فوت ہو جائے تو جنازہ پڑھو، اس کی اجازت کے بغیر اپنی دیوار اونچی نہ کرو، تاکہ اس کی ہوا نہ رک جائے، اور اگر تم اپنے اہل و عیال کے لئے میوہ خرید و تو ہمسائے کا حصہ اس کے گھر بھجوا دو۔ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں ہمسائگی کی حد کیا ہے۔ فرمایا، تمہارے گھر سے جہاں تک تمہاری آواز سنی جائے۔ اسے ہمسایہ گردانو،

۱۲۔ جب ابو عبیدہ بن الجراح، بحرین سے جزیہ لے کر لوٹے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از نماز فجر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ ابو عبیدہ بحرین سے جزیہ لے کر بخیر پہنچ گیا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ سنا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا، خوش ہو جاؤ، اور خوش کن امیدیں رکھو مجھے تمہارے افلاس کی فکر نہیں، ہاں البتہ اس بات کی فکر ضرور ہے کہ اگلی اقوام کی طرح تمہارے ہاں دولت کی فراوانی ہو جائے گی۔ باہم الجھ پڑو گے۔ اور دولت تمہیں تباہ و برباد کر دے گی۔

۱۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات کو مجھے جہنمیوں کے دو گروہ دیکھنے کا اتفاق کا نہ ہو سکا، کیونکہ یہ لوگ اگلے زمانے میں پیدا ہوں گے۔ اول وہ جن کے ہاتھوں میں گائے کے دم جیسے کوڑے ہوں گے اور وہ لوگوں کو بے رحمی سے پیٹا کریں گے دوم وہ عورتیں، جو لباس کے باوجود عریاں ہوں گی، وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔ وہ اپنے بال ایسے طریقے پر بنائیں گی کہ ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح دکھائی دیں گے۔ ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی سونگھ نہ سکیں گی۔

۱۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اچھے لوگ کون ہیں، اور برے کون ہیں فرمایا، اچھے لوگ وہ ہیں، جن کے اعمال اچھے ہیں اور عمریں لمبی ہیں، اور برے وہ ہیں، جن کی عمریں تو لمبی ہوں، مگر اعمال برے ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

ایک اور حدیث میں مذکور ہے، کہ وہ لوگ اچھے ہیں، جن سے خیر کی اُمید ہو، اور شر کا خطرہ نہ ہو، اور برے وہ ہیں، جن سے بھلائی کی امید تو نہ ہو، لیکن شر کا خطرہ ضرور ہو۔

۱۵۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کا پیٹ بدترین برتن ہے، جسے وہ ہر وقت بھرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ حالانکہ زندہ رہنے کے لئے چند لقمے ہی کفایت کرتے ہیں۔ ہر آدمی کو چاہیئے کہ پیٹ کو تین حصوں میں تقسیم کرے۔ ایک حصہ طعام کے لئے ہو، دوسرا حصہ پانی کے لئے، اور تیسرا حصہ ہوا کے لئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں حد درجہ بے پرواہ تھے، کھانے کو تشریف لاتے، تو خاموش بیٹھ جاتے اگر کھانا موجود ہوتا، اور آپؐ کے سامنے رکھ دیا جاتا، تو خادم کو فرماتے۔ پوچھو مسجد میں کوئی بھوکا تو نہیں۔ اصحابِ صفہ میں سے کوئی نہ کوئی بول پڑتا۔ اور کھانا اس کے پاس پہنچ جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود دو چار کھجوریں کھا کر یا جو کے ستو پی کر پیٹ کو بہلا لیتے۔ اگر یہ چیزیں میسر نہ ہوتیں تو روزہ رکھ لیتے۔ اگر کھانا ناپسند ہوتا۔ تو ہاتھ کھینچ لیتے اور زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ اسلامی فتوحات کی وجہ سے عام مسلمانوں کی حالت بہتر ہو گئی تھی۔ لیکن حضور اکرمؐ کے حرم میں نہ راتوں کو دیا جلتا تھا۔ نہ چولہا روشن ہوتا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

marfat.com